ماہنامہ
مجلۃ الحقیقہ
شرگڑھ پاکستان
ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ جولائی ۲۰۰۱ء

آبروئے ما زنام مصطفی است

توحید اور محبوبانِ الٰہی کے کمالات

حضور نقشِ لاثانی کی دعا و توجہ کی برکات

تبلیغ یا تخریب؟

حضرت غوث پاک، شاہ نقشبندؒ اور شیخ مجدد
(شاہ ولی اللہ کی نظر میں)



حضور سیدنا غوث اعظم کے ارشادات و ملفوظات

حمد و نعت

میرا خدا وہی ہے جو رب الانام ہے
میرا رسول وہ ہے جو ہے خیر الانام ہے

میرے خدا کی شان میں شرکت روا نہیں
میرا نبی بھی مثل سے بالا ہے بالیقین

مرا خدا کریم ورؤف ورحیم ہے
میرا نبی رؤف ورحیم وکریم ہے

تھی جس خدا کی مجھ کو ضرورت وہ مل گیا
کیونکر ملا ؟ سمجھ لو نبی نے ملا دیا !

یا رب خرد کہاں ترا عرفان پا سکے
ہاں ہاں ترا نبی ہے جو تجھ سے ملا سکے

یارب ترا کرم کہ نبی کا گدا کیا!
تیرا کرم ہے یا نبی رب کا پتہ دیا

مجھ بینوا کو دولت توحید مل گئی
تیری سخا ، یہ تیری عطا ہے میرے نبی

میں نے درحضور کی جانب جو رخ کیا
یارب تیرے کرم، تیری توفیق سے ہوا

کہتا ہوں یا خدا تو کرم ہے حضور ﷺ کا
کہتا ہوں ، یا نبی تو کرم ہے غفور کا

فضل نبی نہیں ہے تو پھر، یا خدا ، کہاں
فضل خدا نہیں ہے تو یا مصطفیٰ ہوں

بے عشق مصطفیٰ جو کوئی یا خدا کہے
فضل خدا سے تا ابد محروم ہی رہے

جو یا خدا بھی کہتا ہے اور یا رسول بھی
حاصل اسی کو ہے یہاں ایمان وآگہی

توحید جس کو کہنے نہیں دیتی یا رسول
اس بوالفضول بندے کی توحید بھی فضول

توحید جس میں جلوۂ عشق نبی نہیں
ایمان کہہ رہا ہے وہ توحید ہی نہیں

توحید جس پہ عشق نبی کا مدار ہے
سب سے بڑی وہ قوت قدسی شکار ہے

آسی جو نظر مرشد لاثانی ہو کبھی
یہ عشق بھی ملا سمجھ! توحید بھی ملی

پروفیسر محمد حسین آسی

يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔ (التوبہ: ۷۳)

ماہنامہ

شکرگڑھ / پاکستان

مجلة الحقيقة

ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ — جولائی ۲۰۰۱ء

جلد نمبر ۱ — شمارہ نمبر ۱۰

اس شمارے میں

فی پرچہ : 10 روپے
سالانہ : 100 روپے

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی
انچارج دفتر الحقیقۃ، نقش لاثانی نگر، شکرگڑھ

پبلشر پروفیسر محمد حسین آسی نے عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکرگڑھ (نارووال) سے شائع کیا

۷۸۶
۹۲

چیف ایگزیکٹو صدر بھی بن گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(ادارہ)

پروفیسر محمد حسین آسی

(قسط نمبر ۷)

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

(خصوصاً حضور غوث اعظم کی کرامات کے حوالے سے)

فلسفہ اور سائنس کی نارسائی:

خداوند کریم نے کائنات پیدا کی اور ذرے ذرے میں اپنی قدرت کے نشانات قائم کئے مگر چونکہ اس کا دیدار اس دنیائے فانی میں ممکن نہیں لہٰذا ان لامحدود نشانات کے باوجود اس کے موجود، خالق، واحد و یکتا ہونے کا مسئلہ یقینی طور پر حل نہیں ہو سکتا تھا۔ رہ گئی عقل کہ وہ کچھ کام آتی، اس سے بھی کوئی خاص فائدہ نہ ہوا بلکہ وہ لوگ جنھیں اپنی عقل پر بڑا ناز تھا انہوں نے زیادہ ٹھوکریں کھائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنی گمراہیاں عقل نے پھیلائی ہیں شاید اتنی بے عقلی، نے بھی نہیں پھیلائیں۔ فلسفہ عقلی نتائج کو منظم کرنے کا پروگرام لے کر اٹھا۔ مگر عقل منظم ہوئی نہ فلسفہ۔ سائنس کا میدان اور بھی محدود تھا۔ یعنی تجربہ و مشاہدہ، ظاہر ہے فلسفہ نارسا ٹھہرا سائنس سے چارہ گری کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے فلسفہ اور سائنس دونوں نے خدا کی تلاش میں بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کسی بھی حتمی و یقینی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ کسی فلسفی و سائنسدان نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔

نبوت اور معرفت خدا:

خدائے واحد و یکتا کی معرفت ہی سب سے اہم ہے۔ اور تمام فکری اور عملی سوتوں کا منبع ۔۔۔ مگر اس کی راہ محض عقل یا فلسفہ و سائنس نہیں۔ اس کا ذریعہ اصل میں اللہ کے انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ اس نے نبوت کا سلسلہ عقل کی رہنمائی کیلئے شروع کیا۔ عقل نبی کے علم کی وسعت، تصرفات کی بے مثال کثرت اور سیرت کے تابندہ گوشوں سے اسے نبی پہچان لیتی ہے۔ تو نبی اس عقل کو بارگاہ کبریا تک پہنچا دیتا ہے۔ نبی کی برکت سے اسے یقین و ایمان کی وہ پختگی نصیب ہوتی ہے۔ کہ اس کی نظر سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ ذرے ذرے میں قدرت کے جلوے دیکھ رہا ہوتا ہے اب وہ عقل نارسا کی سرحد سے نکل جاتا ہے۔ اور وہم و گمان کی ظلمات سے پار ہو جاتا ہے۔ اب وہ " سائنسی تجربوں اور مشاہدوں سے بالاتر ہو کر دانش ایمانی سے آراستہ ہوتا ہے اور نئے نئے تجربات و مشاہدات، مکاشفات و تجلیات سے بہرور ہو جاتا ہے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق فرمایا ہے۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدِلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

ترجمہ: میں نے اللہ کے سارے شہر (خواہ وہ کہیں ہوں)
اس طرح دیکھے ہیں جیسے ہتھیلی پر اکٹھے رائی کے دانے۔

مومن کی نظر:

اب آیئے حدیث پاک میں اس کی اصل تلاش کریں۔ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (ترمذی شریف)

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

گویا عقل نبی کے دروازے پر حاضر ہوئی۔ وہاں سے اسے نور خدا مل گیا۔ دیکھئے ایک نے محض آنکھ سے دیکھا۔ ایک نے نظر کی عینک لگا کر، ایک بہترین خورد بین یا دوربین استعمال کر رہا ہے۔ مگر فرمایئے ان میں سے کون سی چیز اللہ کے نور کے برابر ہے۔ اللہ والے اسی نور خدا سے سب کچھ دیکھ لیتے ہیں منکرین اولیاء کی کج فہمی، بے عقلی اور کور چشمی دیکھئے جو عقیدہ حضور پر نور ﷺ عطا فرما رہے ہیں انہیں اس کے لینے میں بھی ہچکچاہٹ ہی نہیں دو ٹوک انکار بھی ہیں۔ اور پھر حافظ

سعید کی طرح کہلائیں اہل حدیث کتنا تضاد ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس ارشاد عالی کی روشنی میں اپنے مومن، ہونے کا حال پرکھتے۔ کسی شخص کی ایمانی قوت کا امتحان لینے کے لئے یہ ایک کھلا معیار ہے۔ یہ مانا کہ مجھ ایسے گہنگار اس معیار پر پورے نہیں اتر سکتے۔ مگر میری قوم میں داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت فرید الدین گنج شکر، محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسی عظیم شخصیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ پھر ان کے بعد "برصغیر پاک و ہند نے آفتاب ولایت حضرت باواجی چوراہی، حضرت شمس العارفین سیالوی، شہنشاہ لاثانی علی پوری، حضرت شیر ربانی شرقپوری، فخر مہر چشت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی نگاہ خاراشگاف کا نظارہ بھی کیا علم و عشق کی بلندیوں کو چھونے والے مجدد ملت اعلحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کی نظر دوربین کے جلوے بھی دیکھے۔ اور اگر کوئی ان سب کا تفصیلی مطالعہ نہیں کر سکتا تو ان سب کے نقیب حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال کی نظر کا حال دیکھ لے وہ فرماتے ہیں۔

حادثہ جو کہ ابھی پردہ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے اس سینہ ادراک میں ہے

جو ہو پردے میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

می شود پردہ چشم پر کاہے گا ہے
دیدہ ام ہر دو جہاں وا بنگاہے گا ہے

یعنی میری آنکھ کا پردہ کبھی کبھی گھاس کے تنکے کی طرح بالکل باریک ہو جاتا ہے چنانچہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ میں نے دونوں جہانوں کو ایک ہی نظر میں دیکھ لیا،

خود یہ فقیر آسی بھی وقت کے ایک عظیم شاہسوار، طریقت کے جلیل القدر شہریار حضور نقش لاثانی علی پوری قدس سرہ کی خدمت میں سالہا سال زیر تربیت رہا۔ اور شب و روز اس کریم کی دور و نزدیک دیکھنے والی نگاہوں کے مشاہدے مشاہدہ کرتا رہا۔ پھر ان کے بعد ان کے نورِ نظر (حضور نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ) کی نظر بھی اس حدیث کے مضمون کی تجلیاں دکھاتی رہی۔

ایمان کا معیار :

جملہ معترضہ کچھ طویل ہو گیا۔ مختصر یہ کہ حدیث پاک میں مومن کی شان اور گویا ایمان پرکھنے کا ایک معیار مذکور ہوا۔ ہم گہنگار اس معیار پر پورے نہیں اترتے۔ تاہم حدیث پاک پر ایمان ہے۔ اور بزرگان دین کو اس مضمونِ حدیث کا سچا مصداق جانتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ خدا کے نور سے دیکھنے والی نظر ہی کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں ان کا ایمان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ گویا

اللہ کے نور سے (دور و نزدیک) دیکھنا (کامل) مومن کی شان اور نشان اللہ والے (کامل) مومن

ہم حدیث پر ایمان رکھنے والے مشاہدے سے خالی، ناقص مومن اور جو اس معیار ہی سے باغی، منکر وہ۔۔۔۔۔۔۔۔(خود فیصلہ کر لیں)

قرب خدا وندی کے اثرات:

بات یہ ہو رہی تھی کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے سارے شہروں کو دیکھنے کی بات کی تو یہ بالکل حدیث شریف کے مطابق ہے۔ مگر دوسری حدیث پاک میں تو مزید تفصیل بھی ہے۔

وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (بخاری شریف۔ کتاب الرقاق باب التواضع)

ترجمہ: اور نوافل کے ذریعے بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔ (جب اسے محبوب بنالیتا ہوں تو) اس کا کان ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

مشہور مفکر قرآن امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ کی تفسیر کے مطابق خدا کا نور جلال جب بندہ مقرب کا کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب و دور کی آوازیں سنتا ہے اور جب اس کی آنکھ ہو جاتا ہے۔ تو قریب و دور دیکھتا ہے۔ اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ تو وہ سخت زمین میں بھی تصرف کی قدرت رکھے گا اور نرم زمین میں بھی اور قریب اور دور پر بھی۔

عقل تیرہ کا علاج:

جب کثرت نوافل سے کوئی ولی قرب خداوندی پر فائز ہو کر محبوب ہو جاتا ہے تو خدا کے نور جلال سے وہ قریب و دور کی اشیاء دیکھ لیتا ہے، قریب و دور کی آوازیں سن لیتا ہے، قریب و دور کے مقامات پر تصرف کر سکتا ہے۔ اور قریب و دور کی مسافتیں آناً فاناً طے کر پاتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عقل تیرہ کی ظلمت فکر کا علاج اسی نور جلال سے ممکن ہے، کسی اور طرح نہیں۔ چنانچہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ظہور جس دور میں ہوا، عالم اسلام کے دور و دراز گوشوں تک معتزلہ کی ناپاک کاوشوں سے فلسفہ یونان کی تاریکیاں پھیل چکی تھیں۔ اس کا مداوا علمائے اسلام نے بہت حد تک کیا۔ امام غزالی نے فلسفے سے فلسفے کا رد کیا اور عقل کو سب سے بڑی فضیلت کن طاقت سمجھنے کے خلاف عقلی دلائل کے انبار لگا دیئے۔ امام فخر الدین رازی نے بھی وحی نبوت کے مقابلے میں عقل کی کمزوریوں کی خوب وضاحت کی مگر یہ گویا علم بمقابلہ علم یا عقل بمقابلہ عقل کی صورت تھی۔ ان دلائل کو پڑھ کر آدمی خاموش تو ہو جاتا تھا، مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام کی برتری محض علمی و عقلی دلائل سے ثابت نہیں کی بلکہ کرامات و تصرفات کی موسلا دھار بارش سے ذہنوں سے فلسفیانہ ظلماتی فکر کے داغ دھو ڈالے۔ آپ کی برکت سے یوں محسوس ہونے لگا کہ رات کی سیاہی ختم ہو گئی اور دن اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا ہے۔ ذہنی وسواس، گومگو کی کیفیت، اضطراب قلب جاتا رہا اور جسے جسے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا، وہ سراپا توحید، سراپا ایمان اور سراپا عشق و مستی بن گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے زمانے میں فلسفہ یونان کس عروج پر تھا۔ اور سقراط بقراط، افلاطون و ارسطو جیسے فلاسفہ کا کس قدر شور تھا۔ علم و حکمت کے اس شور میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات سے نوازا گیا جنہوں نے علم و حکمت کے ان تمام شوریدہ سر مدعیوں کو خاک بسر کر دیا۔ جو کام ان کی نظر میں ناممکن تھے، اللہ کے پیغمبر نے انہیں ممکن کر دکھایا۔ مثلاً ان کے نزدیک مٹی کی مورت میں روح پھونک کر اسے سچ مچ کا پرندہ بنا دینا ناممکن تھا، یونہی کسی مردے کا زندہ کرنا بھی، بلکہ مادر زاد اندھے کو انکھیارا اور جزام کے مریض کو شفا بخشنا بھی خارج از امکان تھا۔ گھروں کے اندر غیب جاننا بھی ان کے علم و حکمت پر محال تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے اذن سے جب یہ سب کچھ کر دکھایا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کے فضل و کمال سے آگے بھی کئی درجے ایسے ہیں جن تک ان کی رسائی نہیں بلکہ وہ جو ان کے تصور سے بھی وراء الورائی ہیں۔ نبی کے معجزات دیکھ کر اہل الصاف اللہ کی یکتا قدرتوں پر ایمان لے آئے اور پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ فلسفہ ذہن کو جب تاریک کرتا ہے تو اس کا شافی جواب علت و معلول کی بحث نہیں ہوتی بلکہ اطمینان قلب ہے جو دلائل سے زیادہ علمی مشاہدے سے تعلق رکھتا ہے۔

غوث پاک نے کیا کیا:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فلسفے کو جواب اسی انداز میں دیا۔ مثلاً آپ مسئلہ تقدیر وغیرہ پر وعظ فرما رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ اللہ نہ چاہے تو کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی۔ اسی اثنا سے ایک اژدھا نمودار ہوتا ہے مگر آپ پر ذرا سا بھی خوف و ہراس طاری نہیں ہوتا اور آپ کی روانی گفتار میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ آپ کے جسم پاک کے گرد لپٹنا شروع ہو جاتا ہے، آپ اسی یکسوئی سے سلسلہ وعظ جاری رکھتے ہیں۔ وہ اپنی زبان آپ کی زبان مبارک کے سامنے لے آتا ہے مگر استقامت کا یہ پہاڑ جنبش تک نہیں کرتا۔ پھر چند لمحات کے بعد وہ اسی طرح ادھڑتا جاتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے، یہاں نہ اس کے آنے کا اثر، نہ جانے کا اثر۔ وعظ کے بعد اس منظر کی حکمت پوچھی جاتی ہے کہ وہ میرے وعظ کی عملی تشریح بن کے آیا تھا۔ گویا اگر اژدھا نہ آتا تو محض دلائل و قیاسات ہوتے تو اطمینان قلب حاصل نہ ہوتا اور اللہ کے قادر مطلق ہونے پہ دل نہ جمتا۔ اس نے آ کر عملاً سمجھا دیا کہ واقعی خدا کی تقدیر کے مقابلے میں بڑے سے بڑا اژدھا بھی بے ضرر چھوٹے سے کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور اللہ کے چاہے بغیر کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ گویا زبانی و تحریری دلائل سے آدمی بعض دفعہ خاموش ہو جاتا ہے مگر دل کا خلجان کسی عملی مشاہدے کے بغیر نہیں جاتا۔ دنیا میں تو اللہ نظر نہیں آتا اور کوئی کسی کو اللہ دکھا نہیں سکتا تاہم جب اس کی قدرت کے ایسے مظاہر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں تو دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے اللہ کو دیکھ ہی لیا ہے یعنی ان کو ایسا راسخ ایمان مل جاتا ہے کہ قطعاً ذرا سا شبہ بھی نہیں رہتا۔ صوفیاء کے ہاں یہی ایمان و اطمینان کا سودا ہے جو ان کے مخالفین کے پاس نہیں، اس لئے اکبر الہ آبادی نے فرمایا ہے:

نہ کتابوں سے، نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

موجودہ دور:

اب پھر جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات کہتا ہوں۔ معتزلہ کی جو فلسفہ یونان سے متاثر تھے، بات چھوڑیئے۔ سائنس اور فلسفے کے موجودہ دور میں بہت

سے ذہنوں میں یہی خلجان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے منحوس دور میں ان جیسے مضامین کا تعارف مسلمانوں اور ہندوؤں کی بھلائی کی نیت سے نہیں تھا بلکہ انہیں اپنے اپنے مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات اور احساس کہتری میں مبتلا کرنا مقصود تھا اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ انگریز اس مقصد میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوگئے اور اہل ہند کو مذہب کے بارے میں جس ڈگر پر چلانا چاہتے تھے، ان میں سے بہت سوں کو چلالیا۔ بقول اکبر علیہ الرحمہ:

کہاں کے مسلم، کہاں کے ہندو، بھلائی ہیں سب نے اگلی رسمیں

عقیدے سب کے ہیں تین تیرہ، نہ گیارھویں ہے نہ اشٹمی ہے

موجودہ فلسفہ، موجودہ نفسیات، بائیالوجی، کیمسٹری، فزکس وغیرہ پڑھنے والے یا پڑھانے والے کتنے ایسے ہیں جو فکری ظلمات سے محفوظ ہوں۔ اسلام کا نام چھوڑنا یعنی کھلم کھلا اسلام ترک کرنا آسان نہیں تھا تو کسی نے دل کو خوش کرنے کیلئے نیچری مذہب ایجاد کرلیا۔ کسی نے اہل قرآن یا پرویزی کا نام اختیار کیا۔ یہ سب کیوں تھا؟ معجزات کی عقلی توجیہہ نہیں مل رہی۔ فرشتوں، حوروں کا وجود کیونکر ثابت کریں۔ حالانکہ بدنصیب اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکے کہ حقائق غیبیہ کا عقل سے ادراک ہمارے بس سے باہر ہے۔ عالم غیب کا تعارف صرف نبی علیہ السلام کرا سکتا ہے اور یہ اسی کی منصبی ذمہ داری ہے۔ نبی علیہ السلام ماورائی اور غیبی حقائق کو کھلی آنکھوں دیکھتا ہے اور اس کی زبان پر جھوٹ نہیں آسکتا۔ نبی کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل اس کا سابقہ کردار اور خصوصاً اس کا الصادق والامین ہونا ہوتا ہے۔ یعنی جب نبی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا تو عالم شہادت یا عالم غیب کے بارے میں وہ جو گواہی بھی دے، جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ اب اگر ہماری عقل میں جنت ودوزخ، عرش ولامکاں، حور وملک، عذاب قبر وآخرت جیسی چیزیں نہیں آسکتیں تو قصور ہماری عقل کا ہے۔ جس کی عقل عام انسانی عقلوں سے اور جن کا مشاہد دوسروں کے مشاہدوں سے بہت قوی ہوتا ہے، وہ ان غیبی حقائق کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح ہم اپنے سامنے کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور اگر وہ ان غیبی حقائق کا اظہار کرتے ہیں تو یقیناً حق ہے انسانی تجربے کے مطابق ان کی زبان پر جھوٹ آہی نہیں سکتا۔

انکار کی وجہ:

غور کیجئے حقائق کا انکار جہاں بھی ہے، اس کی ایک بنیادی وجہ خداوند کریم جل مجدہ کی قدرت کاملہ سے انکار یا شک وشبہ کی کیفیت ہے۔ پھر اس انکار یا گومگو کی کیفیت کا سبب دور حاضر کے بے نور علوم کا مطالعہ یا کسی شقی وبدنصیب کی صحبت ہے، چنانچہ پرویزی اور نیچری ہی نہیں، وہابی بھی جنہیں اہل حدیث کہلانے کا دعویٰ ہے، شاید خدا کی قدرت پر پوری طرح یقین نہیں رکھتے۔ یاد رہے، جن لوگوں نے قرآنی معجزات کو تسلیم نہیں کیا، انہیں اپنے خیال میں ناممکن جانا یعنی معاذ اللہ یہ سمجھا کہ خدا بھی اس چیز پر قادر نہیں۔ مثلاً ان کے خیال میں ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کے خیال میں معاذ اللہ خدا بھی ایسا نہیں کرسکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ نہیں کئے کیونکہ ان کے نزدیک معاذ اللہ خدا بھی مردے زندہ نہیں کرسکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب آیئے ان لوگوں کے انکار کی طرف جنہوں نے بظاہر نیچریوں کی طرح عقل کو ہی سب سے بڑی قوت حاکمہ نہیں مانا اور جنہوں نے بظاہر پرویزیوں کی طرح حدیث کا انکار نہیں کیا۔ یہ کون ہیں؟ یہ ہیں اہل حدیث کہلانے والے۔ بزرگان دین کے تصرفات وکرامات سے ان کا انکار بھی غالباً دراصل اللہ ذوالجلال کی قدرت کاملہ وواسعہ کے انکار پر مبنی ہے۔ مثلاً مشہور بات ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ڈوبی کشتی ترائی۔ ماننے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ کی قدرت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعے ظاہر ہوئی ہے اور کارساز حقیقی اللہ نے اپنے محبوب بندے کو یہ قوت عطا فرمائی۔ اس کرامت کے منکرین بھی عقل کے مارے، خلجان میں الجھے، نور وایمان سے محروم، گومگو کی کیفیت سے دوچار، سراپا اضطراب والتہاب ہیں اور سچے دل سے یہ ایمان نہیں رکھتے کہ خدا بھی معاذ اللہ ڈوبی کشتی ساحل آشنا نہیں کرسکتا۔ اگر سچے دل اللہ کی قدرت پر یقین رکھتے تو ڈوبی کشتی کے دوبارہ تیرنے کا انکار نہ کرتے۔

کرامات غوث:

بہرحال انکار جس قسم کا ہو اور جس بنیاد پر بھی ہو، اس کا ازالہ محبوبان خدا کے کمالات وتصرفات سے ہی بخوبی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لاعلاج بیمار لائے جاتے تو ہاتھ پھیرتے ہی وہ تندرست ہوجاتے۔ اپاہج آتے تو ایک نظر میں صحیح وسالم ہوجاتے۔ فلسفی اپنی آنکھوں سے دیکھتا تو دم بخود رہ جاتا اور سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھتا۔ فتنہ، اعتزال جس نے عوام وخواص کو بری طرح جکڑ رکھا تھا، آپ کے تصرفات کے سامنے دم نہ مار سکا بار بار سوچئے یہ کتنا مشکل کام تھا۔ دین ومذہب کی پرکھ کا معیار عقل یعنی عقل ناقص ہی کو بنالیا جائے۔ اسی سے صفات خداوندی کا معاذ اللہ تعین کیا جائے، یہی ''وحی والہام'' کی حقیقت سمجھنے اور بیان کرنے کی مجاز کردی گئی ہو، اسی کو آخرت کی لاینحل گتھیاں سلجھانے کی شہ دے دی جائے۔ یہی دوزخ کی حسی یا معاذ اللہ معنوی آگ کا راز کھول رہی ہو تو وہ دین جسے اللہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے بھیجتا ہے۔ اس کا کیا حال ہوگا۔ عقل ناقص تو پہلے ہی تھی، اب اسے سرکش بھی بنادیا گیا تو نتیجہ یہ نکلا، نماز روزے کے ظاہری وجود کے باوجود حلاوت ایمان سے دل خالی ہونے گئے۔ یہ تھا وہ وقت جب حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا پوتا اور شہید کربلا رضی اللہ عنہ کا نواسہ اپنے آباواجداد کی طرح دین بچانے کیلئے میدان میں در آیا اور پھر دنیا نے اس کی مسیحانفسی کا انداز کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ بظاہر جس دین کو کہیں پناہ نہیں مل

رہی تھی اور جس طوفاں کو بڑے بڑے علما و فضلا و متکلمین نہ روک سکے تھے، اس نے روک کر دکھایا۔ اس نے دنیا کی ہی نہیں، دین کی فریاد رسی اسی لئے تو اسے ''غوث اعظم'' کہتے ہیں۔ اس نے دلوں سے چون و چرا کی ظلمات نکال کر دوبارہ انہیں ایمان کے نور سے روشن و تابندہ کر دیا، کیونکہ اسے محض تجدید دین کیلئے نہیں بلکہ احیاء دین کیلئے تیار کیا گیا تھا، چنانچہ ''محی الدین'' کہلایا، ہاں ہاں اس کا نام عبدالقادر تھا مگر یہ عبدالقادر قدرت نما بھی تھا۔ اس نے چند برائیوں کی ''بیڑی'' ہی پار نہیں لگائی، دین کا بیڑا بھی کنارے لگا دیا۔ اسلئے حضور پرنور شافع یوم النشور سید عالم نور مجسم ﷺ کے اس وارث کا ثانی اس کے بعد کہاں آیا۔ کتنی کثیر اس کی کرامات تھیں، کتنے عجیب اس کے تصرفات تھے، کتنے گونا گوں اس کے کمالات تھے، آج بھی اس کی حکومت اسی طرح ہے، آج بھی اس کا فیض جاری و ساری ہے، آج بھی اہل دل اس کے مداح ہیں، آج بھی بادشاہ اس کے بھکاری ہیں، آج بھی یہ غوث الاغیاث ہے، قطب الاقطاب ہے، فرد الافراد ہے، سید الاسیاد ہے، اور بقول شیخ محقق سلطان السلاطین ہے۔ آج بھی اس دین کو زندہ کرنے والے کا منصب قائم، آج بھی محتاجوں کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہے، آج بھی بیکسانِ زمانہ اس سے فریاد کرتے ہیں۔ آج بھی رحمۃ للعلمین ﷺ کا نور نظر سب کی جھولی بھرتا ہے۔ چھوڑو کم نظر اعدائے دین کو، اور سنو محی الدین خود کیا فرماتا ہے۔ ہاں ہاں یہ وہی محی الدین ہے جو سرور دین ﷺ کا وارث کامل ہے اور ''الصادق'' و ''الامین'' کے جلوہ ہائے سیرت سے مستنیر ہونے کی وجہ سے کبھی اس کی زبان پر بھی جھوٹ نہیں آ سکا اور یہی وہ محی الدین ہے جس کے صدق کی ہلکی سی یلغار کے سامنے ساٹھ ڈاکوؤں کے فسق و فجور نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ خدا گواہ ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اس نے کبھی امانت میں خیانت نہیں کی، اس نے کسی کو دھوکا نہیں دیا، اس نے کبھی مصلحت دنیا پر مصلحت دینی کو قربان نہیں کیا۔ ہاں ہاں وہ اپنے دور کا امام الصادقین ہے اپنے دور کا وہی امام الصادقین فرماتا ہے:

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کَشَفْتُ عَنْہُ وَمَنْ نَادیٰ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ
فَرَّجْتُ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ حَاجَتُہٗ ۔ (بہجۃ الاسرار وغیرہ)

ترجمہ: جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے میں اسے اس سے دور کر دوں گا اور جو
کسی سختی میں میرا نام لیکر مجھے پکارے، اسے کشائش دوں گا اور جو کسی ضرورت میں
اللہ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ پیش کرے، اس کی ضرورت پوری کر دی جائے گی۔

محی الدین نے سچ فرمایا اور اہل دین نے سچ جانا، چنانچہ آج تک مصائب و آلام میں آپ کا نام پکارا جاتا ہے۔ تنگئی و حالت میں آپ سے فریاد کی جاتی ہے۔

فیض جاری:

صدیاں گزر گئیں اور آپ کے نام کی دہائی جاری ہے، مجددین و محدثین، صوفیا و عارفین، مشائخ و مریدین، کاملین و متکلمین، امراء و سلاطین، سب اس آستانے کے بھکاری، سب ان کی نگاہ فیض کے پروردہ، سب ان کی دستگیری کے گواہ، کون ہے جو ان کے دام زلف کا اسیر نہیں، کون ہے جو ان کے لطف عام کا فقیر نہیں، اللہ کے عارفوں نے نہیں، ان عارفوں کے بادشاہوں نے انہیں کس طرح پکارا، ملاحظہ فرمایئے سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی پکار:۔

یا غوث معظم نور ہدیٰ ، مختار نبی، مختار خدا!!
سلطان دو عالم قطب علی، حیراں ز جلالت ارض و سما

دو بزم نبی عالیشانی، ستار عیوب مریدانی
در ملک ولایت سلطانی، اے منبع فضل و جود و سخا

چوں پائے نبی شد تاج سرت، تاج ہمہ عالم شد قدمت
اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چوپیں شاہ گدا

معین کہ غلام نام توشد دریوزہ گر اکرام تو شد
شد خواجہ ازاں کہ غلام تو شد، دارد طلب تسلیم و رضا

ترجمہ:

۱) یاغوث اعظم! آپ ہدایت کے نور، اللہ نبی کی بارگاہوں کے مقبول وپسندیدہ، دو جہان میں (ہمارے) بادشاہ، بلند مرتبہ قطب ہیں، اور زمین و آسمان آپ کی عظمت شان پہ حیران ہیں۔

۲) اے فضل وسخا کے منبع! نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بارگاہ میں آپ کو بڑی عزت حاصل ہے، آپ اپنے مریدوں کے عیب بہت زیادہ چھپانے والے ہیں، ملک ولایت کے آپ بادشاہ ہیں۔

۳) چونکہ نبی اکرم ﷺ کا پائے مبارک آپ کے سر کا تاج ہے، اس لئے آپ کا پائے مبارک تمام جہان کا تاج ہے۔ (یعنی جس کے سر پر آپ کا نورانی قدم آ گیا، وہ شاہجہان بن گیا) دنیا بھر کے قطب آپ کے دروازے کے سامنے یوں کھڑے ہیں جیسے بادشاہ کے سامنے فقیر۔

۴) یہ معین الدین آپ کے نام پاک کا غلام اور آپ کی سخاوت کا بھکاری بن گیا۔ چونکہ یہ آپ کا غلام (اور بھکاری) ہے اسی لئے خواجہ بن گیا (یعنی لوگ جو مجھے خواجہ معین الدین کہتے ہیں) اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں)

بہرحال یہ غلام آپ سے مقام تسلیم ورضا، مانگتا ہے (یعنی وہ مقام ہے جہاں بندہ اپنے اللہ کی رضا کے سامنے سراپا تسلیم ورضا ہوتا ہے اور پکار اٹھتا ہے مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ)

یہ ہیں نظریات ہندوستان کے لاکھوں مشرکوں کو توحید سکھانے والے اور ان کے فکر ونظر کو شرک سے نجات دلانے والے خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کے کاش لشکر طیبہ کا امیر خالص توحید کو سمجھ سکتا اور ان بزرگوں کا دریوزہ گر بن کر نشہ عشق خدا اور رسول ﷺ سے سرشار ہوتا۔

کیا اب سمجھ آئی برعظیم میں نعرہ غوثیہ کب آیا، ہاں ہاں خواجہ معین الدین تشریف لائے تو شرک زار ہند میں قرآنی دستور لائے، ایمان کا نور لائے، توحید کا ولولہ لائے، اور نعرہ غوثیہ لائے۔

نعرہ غوثیہ کے بارے میں طبیعت متلائی ہو تو آؤ حدیث صحیح کا شربت پلائیں۔ ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام ہے:

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِیْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ (حصن حصین)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کا جانور بھاگ جائے تو وہ پکارے، اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو۔

شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ نے اسے مجرب بتایا تو جب یا عباد اللہ شرک نہیں یا غوث اعظم شرک کیوں اور اگر مزید تسلی چاہئے۔ اور اگر مزید اطمینان مقصود ہے تو درج ذیل آیت پر غور فرمالیجئے:۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۝ (المائدہ ۵۵)

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ والوں کو ہم پکارتے ہیں تو محض وسیلہ سمجھ کر نہ کہ کارساز حقیقی جان کر اور یہ پکارنا بھی ہمیں کتاب وسنت کے حکم سے ہے یونہی انہیں مددگار مانتے ہیں تو اسی لئے کہ وہ مددگار حقیقی کے نائب اور مظہر ہیں اور یہ عقیدہ بھی کتاب وسنت سے ملا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو مومنوں کا مددگار فرمائے اور کوئی اسے شرک سمجھے یہ خدا سے لڑائی ہے، رسول اللہ ﷺ اللہ کے بندوں کو پکارنے کا حکم دیں اور کوئی سرتابی کرے، یہ ایمان نہیں کفر ہے۔

اب آخر میں بطور تبرک حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک دو واقعات لکھے جاتے ہیں۔ جن سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کے تصرفات وکرامات نے اہل دو کفر کے مقابلے میں اسلام وایمان کو کس طرح فائدہ پہنچایا۔

۱) اسرار الطالبین میں ہے کہ ایک دن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ ایک مسلمان اور عیسائی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ نے جھگڑے کی وجہ پوچھی تو مسلمان نے عرض کیا کہ حضور والا! یہ عیسائی کہتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہیں اور میں کہتا ہوں یہ غلط ہے بلکہ ہمارے نبی پاک ﷺ ان سے افضل ہیں۔

یہ سن کر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے عیسائی سے فرمایا کہ تمہارے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو عیسائی نے جواب دیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا "اِنِّیْ لَسْتُ بِنَبِیٍّ بَلْ مِنْ اَتْبَاعِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِنْ اَحْيَيْتُ مَيِّتًا اٰتُؤْمِنُ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ"

(میں نبی نہیں ہوں بلکہ سرور کائنات حضرت محمد علیہ افضل الصلوۃ والسلام کا تابع اور غلام ہوں، اگر میں مردے زندہ کر دوں تو کیا تم ہمارے نبی پاک محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آؤ گے۔ تو عیسائی نے جواب دیا ہاں آپ نے فرمایا تم مجھے بہت ہی پرانی قبر دکھاؤ تاکہ تم کو ہمارے نبی کریم افضل الصلوۃ والتسلیم کی افضلیت کا یقین ہو جائے۔ سو آپ کو ایک کہنہ قبر دکھائی۔ آپ نے فرمایا کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے وقت کیا کہہ کر مردے

تھے۔اس نے عرض کیا قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ (اٹھ اللہ کے حکم سے) آپ نے ارشاد فرمایا ''إِنَّ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ كَانَ مُغَنِّيًا فِي الدُّنْيَا إِنْ أَرَدْتَ أَنْ أُحْيِيَهُ مُغَنِّيًا فَأَنَا مُجِيبٌ لَكَ (یہ صاحب قبر دنیا میں گویا تھا، اگر تو چاہے تو یہ قبر سے گاتا ہوا ہی اٹھے) عیسائی نے جواب دیا یہ ٹھیک ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقَبْرِ وَقَالَ قُمْ بِإِذْنِي (پس آپ قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میرے حکم سے اٹھ) فَانْشَقَّ الْقَبْرُ وَقَامَ الْمَيِّتُ حَيًّا مُغَنِّيًا (پس قبر شق ہوئی اور مردہ زندہ ہو کر گاتا ہوا باہر نکل آیا)

جب عیسائی نے آپ کی یہ کرامت اور ہمارے نبی پاک ﷺ کی فضیلت دیکھی أَسْلَمَ عَلٰى يَدِ الْغَوْثِ الْأَعْظَمِ رضی الله عنه (تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوا (سیرت غوث الثقلین بحوالہ تفریح الخاطر)

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام قُمْ بِإِذْنِ اللهِ فرماتے تھے تاکہ بعد میں انہیں خدا ماننے والے عیسائیوں کا رد ہو۔ کیونکہ خدا وہ ہوتا ہے جس کا کمال ذاتی ہو، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کمال خدا کے فضل سے ہے۔ ذاتی نہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا 'اٹھ میرے حکم سے' اس سے معاذ اللہ آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ یہ میرا ذاتی کمال ہے۔ بلکہ مراد یہ تھی کہ میں نبی آخر الزماں ﷺ کا نائب و وارث ہوں اور اس اعتبار سے میرا اذن حضور ﷺ کا اذن ہے اور حضور ﷺ کے آخری نبی اور رسول خلیفہ اعظم ہیں۔ (ﷺ) اس لئے آپ کا اذن اللہ کا اذن ہے۔ لہذا اللہ کے کمالات قدرت کا ظہور اس کے حبیب کریم ﷺ اور ان کے اولیائے امت کے ذریعے سے ہوگا۔ یہ گویا اسلام کی طرف دعوت تھی یعنی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ۔ صرف دین اسلام ہے جس کے سچے مبلغ اولیائے کرام اللہ کی طرف سے صاحب اذن ہیں۔ نیز پھر اس حدیث کو پڑھیئے کہ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بندۂ مقرب بولتا ہے۔ (زبان بندے کی، کلام رب کا) ایک عیسائی کو یہ نکتہ ذہن نشین کرانے کیلئے اب عیسائیت قرب خداوندی کا ذریعہ نہیں بلکہ اسلام ہے، یہ انداز نہایت مناسب بلکہ ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اولیاء کرام کی بارگاہ خداوندی میں وجاہت بھی اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ فرمائے تو آپ کے سامنے بعد میں آنے والے تثلیث کے قائل عیسائی تھے اور حضور غوث اعظم نے قم باذنی فرمایا تو آپ کے سامنے بعد میں آنے والے گستاخان اولیاء بھی تھے۔

۲) شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے عالم شباب میں علم کلام میں بہت مشغول رہتا تھا اور اس فن کی بہت سی کتابیں بھی میں نے از بر کر لی تھیں۔ میرے عم بزرگوار حضرت ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ علم کلام میں کثرت سے مشغول ہونے سے منع فرماتے تھے۔ آخر ایک روز مجھے حضرت محبوب سبحانی، غوث صمدانی شیخ جیلانی قدس سرہ النورانی کی خدمت میں لے گئے اور حاضر ہو کر عرض کیا 'بندہ نواز! یہ میرا بھتیجا ہے اور ہمیشہ علم کلام میں ہی مشغول رہتا ہے، میں نے اس کو اس کے پڑھنے سے کئی مرتبہ منع کیا ہے۔ ان کے عرض کرنے پر حضرت نے مجھ سے فرمایا ''اس فن کی تم نے کون کونسی کتاب پڑھی ہے'' میں نے کتابوں کے نام بتائے تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا جس سے مجھے ان کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہا اور میرے دل سے اس علم کے تمام نسیاً منسیاً ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت میرے سینے میں علم لدنی بھر دیا۔ (سیرت غوث الثقلین بحوالہ بہجۃ الاسرار)

۳) شیخ ابو المظفر منصور بن المبارک علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ اوائل شباب میں مجھے علم فلسفہ میں بہت دلچسپی تھی اور اس علم کی کتابیں پڑھ پڑھ کر میرے خیالات بھی فلسفیانہ ہو گئے تھے۔ ایک دن میں نے فلسفہ کی کتاب ہاتھ میں لئے سیدنا غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

''منصور یہ کتاب تیرا برا ساتھی ہے اسے چھوڑ دے''

مجھے اس کتاب اور اس کے مندرجات سے بڑی دلچسپی تھی، میں نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں تامل کیا۔ آپ نے فرمایا:

''اسے کھولو'' میں نے کتاب کھولی تو دیکھا کہ تمام حروف غائب ہیں اور وہ کتاب محض سفید اوراق کا مجموعہ ہے۔ آپ نے کتاب میرے ہاتھ سے لے لی اور اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ فضائل قرآنی کی کتاب ہے اور ابن الفریس کی تصنیف ہے''

میں نے اب جو اس کتاب کو دیکھا تو فی الواقع وہ فضائل قرآنی کی کتاب تھی اور نہایت خوشخط لکھی ہوئی تھی میں حیران رہ گیا۔ آپ نے فرمایا ''توبہ کرو، جو بات دل میں نہ ہو وہ زبان سے کبھی نہ کہو''

میں نے عرض کیا ''میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں'' اس کے بعد جب میں وہاں سے اٹھا تو فلسفہ کے تمام علوم میرے دل سے محو ہو چکے تھے۔

سید ریاض حسین شاہ کے قلم سے

آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

ہر دور کے مسائل کا جلی عنوان انسان اور اس کی ذہنی اور روحانی بے چینی ہوتی ہے اور ہر بے چینی فکری، ذہنی انتشار، عملی بے اعتدالی، تمدنی بحران اور معاشی ناپائیداری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ زندگی کے ان بے ترتیب پرزوں میں توازن آفرینی کیلئے مذہب بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ عام طور پر الہامی نظریئے معاشرے میں فعال کردار ادا کریں تو انسان سکھ کا سانس لے سکتا ہے وگرنہ نفسانی سوچیں جب مذہب بن جاتی ہیں تو معاشرہ انسانیت کیلئے سولی کا تختہ بن جاتا ہے۔ جہاں ہر آن اور ہر لحظہ انسان موت کے گھاٹ اترتے رہتے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

''ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے اور ہر گمراہی آتش جہنم تک جا پہنچاتی ہے۔''

حق کی قدریں متعین اور یکساں ہوتی ہیں۔ ان کا بیان اسلوب متفاوت ہوسکتا ہے لیکن نظری مرکز ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ہی رہتا ہے۔ ادوار مختلف ہو سکتے ہیں لیکن حق اور سچ کا محور ایک ہی ہوتا ہے۔ اور ایک ہی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل حق اور اہل صدق ہر زمانہ میں اور ہر دور میں کسی ایک سوچ کو قوت دیتے ہیں اور ایک ہی نکتہ پر جمع رہتے ہیں۔ فکری انتشار اہل صدق اور اہل حق سے دور رہتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہوں، جدھر بھی ہوں، امت واحدہ ہوتے ہیں۔ ان کے لباس بدل سکتے ہیں، ان کے پیکر بدل سکتے ہیں...... ان کے مظاہر مختلف ہو سکتے ہیں ...... ان کی شخصیات متنوع ہوسکتی ہیں...... ان کی جہتیں متعدد ہوسکتی ہیں لیکن ان سب کی روحیں، ان سب کے دل، ان سب کے مقصد، ان سب کے ضمیر اور ان سب کے باطن کسی ایک ہی چیز کو اٹھانے اور قائم کرنے میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ جب تک وہ سچائی پر رہتے ہیں ایک ہی رہتے ہیں۔ جب وہ ایک نہ رہیں تو سمجھ لو کہ شیطان کے جمالیاتی فریب نے اپنا کام دکھا دیا ہے۔ پھر ہر شخص ایک مذہب گھڑتا ہے، ہر فرد ایک مسلک بناتا ہے، ہر ذہن ایک مکتب قائم کرتا ہے، پھر لاکھوں ذہنوں کے لاکھ مذہب ...... کروڑ افراد کے کروڑ مسلک، جتنے نفس اتنی سوچیں ...... جتنے ذہن اتنے افکار۔

ٹولے ہی ٹولے
فرقے ہی فرقے
جھگڑا ہی جھگڑا
زحمت ہی زحمت

ہر نفس مصیبت ...... ہر فرد کلفت ...... ہر ذہن آتش ...... ہر سوچ جہنم ...... بندے آتش پا ...... افراد تیغ پا ...... جماعتیں چراغ پا ...... تنظیمیں دوزخ رسا

رسول اکرم واطہر ﷺ نے کتنا اچھا فرمایا شریر ترین کام وہ ہوتے ہیں جو خود گھڑ لئے جاتے ہیں۔ دل ایک ہوں تو محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں...... چاہتوں کے چہرے فیض بانٹتے ہیں ...... پیار کے دریاں رواں ہوتے ہیں...... ہمدردی کے سمندر موجزن ہوتے ہیں اور جب دل ٹوٹ جائیں ذہن بکھر جاتے ہیں اور جب ذہن بکھر جائیں تو فیصلے منتشر ہوتے ہیں اور جب فیصلے منتشر ہو جائیں پھر وحشتیں اپنا کام دکھاتی ہیں، پھر اور تو اور مذہبی لوگ بھی شر سوزی سے زیادہ خیر سوزی کو وظیفہ زندگی بنا لیتے ہیں۔ مسلمانوں کی زندگی میں یہ نازک لمحہ ہوتا ہے جب ان کی گلیوں میں بندوق و خنجر، تخریب وفساد کے دھوئیں جنم دیتے ہیں ...... عوام عوام کے گلے کاٹتے ہیں ...... خواص خواص کو لوٹتے ہیں ...... مولوی مولویوں کو ڈستے ہیں ...... پیر پیروں کو کھاتے ہیں ...... صحافی صحافیوں کو نگلتے ہیں ...... زمین دار زمین داروں پر برستے ہیں ...... تاجر تاجروں کو داؤ لگاتے ہیں ...... غریب غریبوں کو لوٹتے ہیں ...... آئین آئین سے پنجہ آزما ہوتا ہے ...... قانون قانون سے گریزاں ہوتا ہے۔

ارادوں کی دنیا میں زلزلہ!
خواہشوں کی دنیا میں قیامت!
فیصلوں کے جہاں میں بھونچال!
ظهر الفساد فی البر والبحر!

ایسے میں کوئی نمرود بادشاہی کے بہانے ''خدائی'' کی مسند بچھالیتا ہے ...... کوئی فرعون کندھے پہ توبوز اٹھائے تربوز فروشی کے بہانے بساط معبود پر جا دوڑتا ہے ...... کوئی یزید حیلہ گری کے خنجروں سے تمدن کی شرمندگی بن جاتا ہے ...... کوئی ھامان خدمت کے بہانے انسانوں کو انسانوں سے لڑواتا ہے ...... کوئی شداد نفس رانی کیلئے اپنی ہی ایسی مخلوق

کیلئے جنت و دوزخ کے پندار کھڑے کر دیتا ہے .... کوئی جعفر و صادق چپکے سے ملت کی پیٹھ میں چھرا گھونپتا ہے .... کوئی ایسٹ انڈیا کمپنی دھیرے دھیرے ریاستوں کی رانی بن جاتی ہے۔ایسے میں خیر کی توقع کیوں رکھی جائے یہ سارا فیضان محض ایک دین نہ رہنے کی بناء پر ہوتا ہے۔اب چاہو تو

مکاتب چھوڑ کر مکتب اپنالو!

مسالک چھوڑ کر مسلک اپنالو!

افکار چھوڑ کر فکر اپنا

مذاہب چھوڑ کر مذہب اپنالو

ادیان چھوڑ کر دین اپنالو

محض دین ------محض اسلام ------محض غلامیء رسول

------محض عشق رسول اس لئے کہ

آبروئے ما ز نام مصطفٰی است

اس لئے کہ

ان الدین عنداللہ الاسلام

اگر یہ اساس نہ رہے تو مر جاؤ گے، مٹ جاؤ گے، ختم ہو جاؤ گے تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں، تم فنا کی نیند سو جاؤ گے۔ یقین کرلو اللہ کا عذاب تمہیں مار مکائے گا۔

اب تمہاری مرضی

لڑلو------جھگڑلو

دورخ ہو جاؤ------منافق بن جاؤ

کاٹو ایک دوسرے کو------مارو ایک دوسرے کو

اڑا دو بموں کے ساتھ سب کچھ ------جلا دو آگ میں جو بھی ہے------کرلو فنا جتنے بھی کرسکو۔لکھوا ایک دوسرے کے خلاف بھی

کے بھی

دھماکے کرو

اندھیرے بانٹو

گولیاں چلاؤ

خنجر مارو

آگ اگلو

زہر گھولو

سازشیں کرو

نفاق پھیلاؤ

بکو بکو

عاشق بنو۔حرص و ہوا کے اس لئے کہ اگر تم نے فیصلہ کرلیا ہے۔مٹنے کا، مرنے کا سو گالیاں بکو------فحاشی مچاؤ------عصمتیں توڑو------چادریں کھینچو------عفتیں نوچو اس لئے کہ تمہارا عزم بالجزم ہے ورلڈ کپ جیتنے کا تو جیت لو۔یہ بھی ایک ڈھنگ ہے جیتنے کا۔اچھا ہوا کام تو ہوا کیا۔کیا ہوا جو بدنام ہوئے------میری قوم کے تاریخ ساز یا تاریخ سوز------

وارثو!

اب تمہیں کوئی منصوبہ بندی نہیں بچا سکتی------------

اب تم قرضے کے پیسوں سے اپنی اقتصادی حالت کو سنبھالا نہیں دے سکتے ------

اب تم دفاعی بجٹ بڑھا کر منتشر دلوں میں بہادری کے جذبے پیدا نہیں کر سکتے ------

اب تم ساز باز کی خارجہ پالیسی سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکتے------

اب تم قانون کی خوبصورت کتابیں چھاپنے سے انصاف و عدالت کی فضا میں اعتماد بحال نہیں کر سکتے------

اب تم صنعتیں لگا کر کام چور مزدوروں سے محنت کا تقدس نہیں حاصل کر سکتے--------

اب تم اپنی شش رو سڑکوں پر بددیانت قوم کے منحوس لاشوں کو کھینچنے میں کامگار نہیں ہو سکتے------

اب تم رشوت خور پولیس کی نفری بڑھا کر انسانی زندگیوں کی لہلہاتی فصل کی حفاظت نہیں کر سکتے------

اب تم عفت سوز تھانوں میں وردی پوش ریچھ بٹھا کر عصمتوں کے نگینے بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے------

اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر یہ فیصلہ کیجئے کہ رحمتوں کو ہمارا استقبال کرنا چاہئے۔یا "عذاب" کی تعزیریں قائم ہونی چاہیں اس لئے کہ تمہارا ذہن ایک قوم کا نہیں کئی قوموں کا بن چکا ہے-----

اس لئے کہ تم ایک جماعت نہیں کئی فرقوں میں بٹ چکے ہو-----

اس لئے کہ تم مومن نہیں دورخ منافق ہوتے جا رہے ہو-----

اس لئے کہ تمہارے رہبر جوڑنے سے زیادہ توڑنے کی باتیں کرتے ہیں ------

اس لئے کہ تمہارا ادب روشنیوں سے زیادہ تاریکیاں بانٹتا ہے---

اس لئے کہ تمہارا محراب زندگی سے زیادہ موت کا درس دیتا ہے۔اور اس لئے بھی کہ تم ظاہر کو سجانے کے قائل ہوتے جا رہے ہو اور باطن سے بے خبر ہونے پر تلے ہوئے ہو----------

یاد رکھو!

ایک قانون

ایک کلیہ

ایک ضابطہ

اور ایک قطعی بات

ایک اٹل فیصلہ

غافل نہ ہو زندگی کے اس نچوڑ سے کہ

شاہراہ حیات پر کامیابی سے صرف وہی قومیں گامزن رہ سکتی ہیں جو یقین محکم رکھتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ سچی ہوں۔۔۔ امانت دار ہوں۔۔۔۔۔۔ محنتی ہوں۔۔۔۔۔۔ خودی اور عزت نفس ان کا شعار ہو اور یہی سچی باتیں اسلام ہمیں سکھاتا ہے۔ جو قومیں اس نور سے محروم ہو جاتی ہیں۔ وہ کب مسلمان کہلا سکتی ہیں اب ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے ضمیر کے آگے یہ سوال رکھنا ہوگا۔ کیا ہم ''یقین محکم'' کی دولت رکھتے ہیں؟ کیا ہم اپنی نجی اور اجتماعی زندگی میں سچے ہیں؟ کیا ہم اپنے اپنے دائرہ عمل میں امانت دار ہیں۔ کیا ہم محنت کر کے اپنی قوم کو کچھ دے رہے ہیں؟ اور پھر یہ کہ ایک مسلمان کی حیثیت میں ہماری خودی محفوظ ہے؟

تمہیں عادت تو نہیں کہ دل جمعی سے کوئی بات سن لو لیکن سن لو اس لئے کہ یہ بات اپنی نہیں تمہارے ہمارے مولا کی ہے اور یہ سننی ہی چاہیے۔

ویل لکل ھمذة لمذة ٥ ن الذی جمع مالا و عدده٥ یحسب ان ماله اخلده٥ کلا لمبذن فی الحطمته ٥ وما ادراک ما الحطمته٥ نار الله ا خلده٥ لمو قد ة ٥ التی تطلع علی الا قدة ٥ انها علمهم مو صدة٥ فی عمد ممد دة ٥

بربادی ہے ہر اس شخص کے لئے

جو طعنہ دے روبرو

وہ جو عیب جوئی کرے

وہ جو مال اکٹھا کرے

اور

اسے گن گن رکھے

خیال یہ رکھے کہ مال ہی نے اسے لافانی بنانا ہے

ہرگز نہیں وہ حطمہ میں پھینک دیا جائے گا

اور تم کیا جانو کہ حطمہ کیا ہے۔

وہ اللہ کی آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی۔

جو دلوں تک جا پہنچے گی

بے شک وہ آگ پھر ان پر بند کر دی جائے گی

اس کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہوں گے

عذاب خدا سے بچنے کا طریقہ بس ایک ہی ہے

اس کے بن جاؤ

اس کے رسول کے ہو جاؤ

بندگی کرو، غلامی کرو

مٹو تو کسی کے لئے اور رہو تو کسی کی وجہ سے

یا پھر نفسیاتی سکون کا ایک اور راستہ ہے

قوم کو بیچ کر کھیل میں مشغول ہو جائیں عالمی سٹیج پر سیر کریں۔۔۔۔ تفریح منائیں چاند اور ستاروں تک۔۔۔۔۔۔ عمرے کریں۔۔۔۔۔۔ حج کریں۔۔۔۔۔۔ مدینے پھریں اور مکہ جائیں تاکہ دنیا میں ہر دیکھنے والا دیکھے کہ

یہ ہیں زندگی دفنانے والے

یہ ہیں قوم کو زندہ درگور کرنے والے

یہ ہیں ملت کا جنازہ اٹھانے والے

اتنے مقدس

کہ آؤ مل کر ان کی ہم زیارت کریں

تالیاں پیٹیں اور پھر

تالیوں میں ہاتھ چومیں

ہاتھ چومیں اور پھر دستار بندی کریں

اور شہنائیاں بجیں اور پھر طبلوں کی تھپک۔۔۔۔۔۔ نغموں کی کھنک اور سارنگیوں کی کیں کیں۔ ہاں مٹنے والی قوم کی بارات سج دھج سے نکلے۔۔۔۔۔۔۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرہ دھوم سے نکلے آؤ

پھر لوٹ آؤ خدائی راہوں سے بھاگنے والو عزت و افتخار سے رہنا سیکھو خواہ بھوکا ہی رہنا پڑے

جگ جگ کے جیو

جی جی کے ابھرو

جم جم کے بسو

بڑھ بڑھ کے رہو

تمہارا جینا۔۔۔۔۔۔ تمہارا ابھرنا دین کے سائے میں بذات خود زندوں ہی کی نہیں زندگی کی بھی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

حضور سیدنا غوث اعظم ﷜ کا فرمان ہے: جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے میں اسے دور کر دوں گا، اور جو کسی تختی میں میرا نام لیکر مجھے پکارے اسے کشائش دوں گا اور کسی ضرورت میں اللہ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ پیش کرے اس کی ضرورت پوری کر دی جائے گی۔ (محمد یاسر یونس، شکرگڑھ)

حضرت علامہ ارشد القادری

ھمہ گیر انقلاب

ایک صدی نہیں، آدھی صدی نہیں، چوتھائی صدی سے بھی کم صرف ۲۳ برس کی مدت میں روئے زمین پر اتنا بڑا روحانی اور مذہبی انقلاب برپا ہوا کہ آج تک اس کی برکتیں آسمان کے بادل کی طرح برس رہی ہیں۔ سورج کی کرنوں کی طرح چمک رہی ہیں اور ہمیشہ شگفتہ رہنے والے پھولوں کی طرح مہک رہی ہیں رسالت محمدی کے دریائے ناپیدا کنار سے اٹھنے والی ان نورانی لہروں کو آپ گنتے رہیں۔ قیامت کی صبح ہوجائے اور گنتی پوری نہ ہو۔

عقل حیران ہے کہ مکہ کے تیرہ سال قید و بند اور مصائب و آلام کی صعوبتوں میں گزرے اور مدینہ کے دس سال قتل وخوں کے معرکوں میں بسر ہوئے لیکن انہی چنے گنے ایام میں دنیا کا اتنا انقلاب برپا ہوا کہ پوری تاریخ انسانی میں اتنا محیط اتنا جامع اتنا ہمہ گیر اور اتنا ہمہ جہت انقلاب نہ کبھی چشم فلک نے دیکھا ہے اور نہ عقل اس کا تصور کر سکتی ہے۔

ایسا انقلاب جس نے زمین کا جغرافیہ بدل دیا: ریاستوں کے نقشے بدل دیئے، قوموں کا ذہن بدل دیا، اخلاق کی قدریں بدل دیں، مجد وشرف کا معیار بدل دیا، فکر کے زاویے بدل دیئے، دلوں کے تقاضے طبیعتوں کی سرشت بدل دی، معاشرے کا ڈھانچہ بدل دیا، زندگی کے قافلوں کی سمتیں بدل دیں، لذت ومسرت اور تکلیف و آرام کے احساسات بدل دیئے، یہاں تک کہ چشم زدن میں صدیوں کے بگڑے ہوئے انسانوں کو ایسا بدل دیا کہ وہ اپنے ظاہر سے بھی بدل گئے اور باطن سے بھی، جسے چھو دیا وہ مٹی تھا تو سونا ہوگیا، قطرہ تھا تو دریا ہوگیا، ذرہ تھا تو سورج کی طرح چمکنے لگا جس آبادی سے گزر گئے ایمان و یقین کی خوشبو سے معطر ہوگئی۔ جس ویران میں قدم رکھ دیا وہ لہلہانے لگی۔

اور انقلاب کی گہرائی میں اترے تو ہمہ گیری اور رنگارنگ انقلاب کہ بیک وقت اسے مذہبی انقلاب بھی کہئے اور زرعی انقلاب بھی، اسے خاندانی انقلاب بھی کہئے اور رنگ ونسل کا انقلاب بھی، اسے علم وفکر کا انقلاب بھی کہئے اور آئین و دستور کا انقلاب بھی، اسے تمدنی اور تہذیبی انقلاب بھی کہئے اور انفرادی واجتماعی انقلاب بھی، اسے علاقائی انقلاب بھی کہئے اور عالمی انقلاب بھی، اسے دنیوی و آخروی انقلاب بھی کہئے اور ابدی وسرمدی انقلاب بھی۔

عقل حیران ہے کہ اتنا بڑا انقلاب جو حیات انسانی کے ہر شعبے پر حاوی ہو تنہا ایک امی انسان کی ذات سے کیونکر وجود میں آگیا۔ اتنا عظیم انقلاب جو دنیا سے لیکر محشر تک سارے بنی نوع انسان پر ابدی سعادتوں کے دروازے کھولتا ہو اور جو دنیوی زندگی کی کامرانی کا بھی ضامن ہو اور آخروی نجات کا بھی پروانہ عطا کرتا ہو ایک ایسے یتیم کے ہاتھ سے کیونکر سرانجام پایا، جس کا خدا کے سوا اس دنیا میں نہ کوئی معلم تھا نہ مربی نہ کوئی محافظ تھا نہ نگہبان۔ سارا خاندان جس سے شاکی، جس کا قبیلہ جس سے منحرف، سارا مکہ جس کے خون کا پیاسا اور سارا عرب جس کا دشمن۔

اور حیرت بالائے حیرت یہ امر ہے کہ ایک مختصر عرصہ میں برپا ہونے والا یہ انقلاب دو چار سال، سو پچاس برس، یا دو چار صدی کیلئے نہیں تھا بلکہ چلانے والے نے اس اعلان کے ساتھ اپنا سکہ چلایا تھا کہ ایک ہی نرخ پر قیامت تک چلتا رہے گا۔ دنیا بدلتی رہے، نسلیں پھولتی رہیں گی، پھلتی رہیں گی، انسان آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے، آبادیوں کا نقشہ بنتا رہے گا بگڑتا رہے گا، قوموں کی کشتی ڈوبتی رہے گی ابھرتی رہے گی، لیکن اسلام کا سکہ ہر دور میں چلے گا، ہر ملک میں چلے گا، ہر قوم میں چلے گا، ہر حال میں چلے گا اور ایک ہی نرخ پر ہمیشہ چلتا رہے گا۔

اور تاریخ کے جھروکے سے عقل کا یہ مشاہدہ بھی جھٹلانے کے قابل نہیں ہے کہ بسانے والے نے اسلام کا گھر اس شان سے بسایا کہ اقوام کے درمیان اسلام کو مذہبی، سیاسی، روحانی، علمی، اخلاقی، معاشی، تمدنی اور فکری بالادستی کیلئے جس ساز وسامان کی ضرورت تھی اس کا انتظام بھی اسی قلیل مدت میں کر دیا۔

چنانچہ عقل نے جب رسالت محمدی کے دریائے ناپیدا کنار سے اٹھتی ہوئی ان لہروں کا جائزہ لیا جو پیغمبر اعظم کے جلو میں مچل رہی تھیں۔ تو وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اسلام کو قیامت تک زندہ و پائندہ رکھنے کیلئے اگر ایک طرف کشور کشا مجاہدین کا امنڈتا ہوا لشکر ہے تو دوسری طرف خلافت ارض کا کاروبار سنبھالنے والے فرماں رواؤں کا گروہ ہے۔ اگر ایک طرف اسلامی نظام حیات کا دستور اور شریعت محمدیؐ کے قوانین مرتب کرنے والے فقہا ومجتہدین ہیں تو دوسری طرف قانون کے نفاذ اور حقوق کے تحفظ کرنے والے

قاضیوں کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف معاشرہ کو اسلامی اخلاق و احکام کے سانچے میں ڈھالنے والے مصلحین ہیں تو دوسری طرف قلوب و ارواح کو تجلیات الٰہی کا گہوارہ بنانے والے اصحاب سلوک و احسان کا مقدس گروہ ہے۔

اگر ایک طرف کلمہ اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے مبلغین کا دستہ ہے تو دوسری طرف اسلام اندرونی نظام اعتقاد و عمل کو غیر اسلامی عناصر کی آمیزش سے پاک کرنے والے مجددین کی جماعت ہے۔

اگر ایک طرف باطنی دنیا کا کاروبار سنبھالنے والے اولیا، اغواث، اقطاب، ابدال، اوتاد، اور نجبا کے نورانی طبقات ہیں تو دوسری طرف ظاہر احوال کو درست رکھنے والے نائبین رسول کا مقدس گروہ ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کریم کو سینوں کے تہہ خانوں میں محفوظ کرنے والے حفاظ کا طبقہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے حروف و کلمات کو صحیح تلفظ اور ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنے والے قاریوں کا گروہ ہے۔

اگر ایک طرف قرآن حکیم کے مفاہیم و مطالب اور اس کے علوم و معارف سے قلوب و اذہان کو منور کرنے والے مفسرین کرام ہیں تو دوسری طرف قرآن حکیم کے دلائل و براہین کے انوار سے عقول انسانی کو چراغ دکھانے والے محققین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف پیغمبر اعظم ﷺ کے اقوال و افعال کو امت کے افراد تک پہنچانے والے راویوں کا گروہ ہے تو دوسری طرف رجال حدیث کے احوال زندگی اور ان کے سلسلہ روایت کا ریکارڈ رکھنے والے محدثین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف اصول روایت و درایت کی کسوٹی پر حدیثوں کے جانچنے والے ناقدین ہیں تو دوسری طرف اسلام کے تواریخ و واقعات سے دنیا کو باخبر کرنے والے مورخین کی جماعت ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کی فقید المثال فصاحت و بلاغت کو ادبی اور فنی بنیادوں پر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے اہل معانی کا گروہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے انداز بیان اور محاورات کی تفہیم کیلئے عرب کی قدیم زبان و ادب اور لغات و اشعار کے ماہرین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف رسول اعظم ﷺ کے شمائل و سیر اور معجزات و خصائص کی تفصیلات سے افراد امت کو سرشار کرنے والے اصحاب سیر ہیں تو دوسری طرف قلوب مومنین میں حب رسول کی شمع روشن کرنے والے نعت گو شعراء اور میلاد خوانوں کا گروہ ہے۔

اگر ایک طرف دینی علوم کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے والے اصحاب درس و تدریس ہیں تو دوسری طرف عقل و حکمت کے دلائل سے عقائد اسلام کو مسلح کرنے والے حکماء و متکلمین کا گروہ ہے۔

اگر ایک طرف نبوت کے علوم و معارف کے ذخائر کو تحریر کے ذریعے محفوظ کرنے والے مصنفین ہیں تو دوسری طرف بحث و استدلال کے میدان میں اسلام کی طرف سے دفاع کرنے والے مناظرین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف مساجد میں اجتماعی نظام عبادت کی قیادت کرنے والے ائمہ کرام کی جماعت ہے تو دوسری طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دینے والے واعظین کا وسیع گروہ۔ ایک جہاں کے لوگوں کی عقل حیران ہے کہ اسلام کی اشاعت و بقا کے یہ سارے انتظامات اتنی قلیل مدت میں کیونکر وجود میں آگئے۔ سینکڑوں انواع و اصناف کے خانوں میں تقسیم ہونے والے ان طبقات کا گہرا مطالعہ کیجئے تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ اگر ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز و سامان صرف اس لئے وجود میں آتا ہے تاکہ دنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالادستی حاصل رہے۔

اسباب و علل کی بنیاد پر واقعات کے جانچنے والی عقل کیا اس گتھی کو سلجھا سکتی ہے کہ وہ عرب جو صدیوں سے کفر و شرک، فواحش و منکرات اور طرح طرح کی وحشت و درندگی میں ڈوبا ہوا تھا، وہ پلک جھپکتے اندر سے باہر تک کیونکر بدل گیا۔

اخلاقی برائیوں سے کسی فرد یا جماعت کا تائب ہو جانا کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ بات معجزہ کی حد تک ضرور حیرت انگیز ہے کہ ملک کا ملک اپنا آبائی مذہب بدل دے۔ قبیلے کا قبیلہ اپنے خاندانی روایات سے منحرف ہو جائے۔ قوم کی قوم اپنے اس عقیدے سے تائب ہو جانا جس پر وہ پیدا ہوئی تھی۔ اور جسے اپنے آبا و اجداد سے اس نے ورثے میں پایا تھا اور تبدیلی کا ردعمل بھی اس بیکراں جذبے کے ساتھ کہ پرانے دین کا ایک ایک نشان جب مٹ نہیں گیا قرار نہیں ملا۔

اور کیا انسانی تاریخ میں اس واقعہ کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ ایک معصوم پیغمبر لگاتار تیرہ سال تک کفار مکہ کے لرزہ خیز مظالم کا سامنا کرتا ہے یہاں تک کہ ایک دن تنگ آکر وہ مدینے کی طرف ہجرت کر جاتا ہے اور ابھی آٹھ سال بھی نہیں گزرنے پائے کہ وہی پیغمبر بارہ ہزار کا جرار لشکر اپنے جلو میں لئے ہوئے شاہانہ سطوت و جلال اور فاتحانہ کروفر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتا ہے۔ مکہ کے باشندے جو ہجرت کی رات میں ننگی تلواریں لئے ہوئے اس کے قتل کا منصوبہ بنا کر آئے تھے اور جو ساری زندگی اس پر مظالم کے پہاڑ توڑتے رہے آج اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ایک شرم سار مجرم کی طرح عفو و درگزر کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

عقل اس سوال پر دم بخود ہے کہ جانے والا تو مکہ سے اکیلا ہی گیا تھا۔ صرف سات سال میں یہ بارہ ہزار کا لشکر جرار اسکے پاس کہاں سے آگیا۔ آخر یہ کون لوگ تھے جو توحید کا پرچم اٹھائے ہوئے مکہ میں داخل ہو رہے تھے

جہاں لا الہ الا اللہ کہنا سماج کا سب سے بڑا جرم تھا کیا یہ کوئی آسمانی مخلوق تھی جو بادلوں کے راستے سرفرش خاک پر اتر آئی تھی، یا زمین نے دفینے کے بجائے آدمیوں کا لشکر اگل دیا تھا آخر عشاق کی طرف اشارہ ابرو پہ کٹ مرنے والے یہ دیوانے کہاں سے آ گئے تھے۔

اور انسان فطرت کی یہ اعجوبہ کاری دیکھنے والوں کو انگشت بدنداں کر دیتی ہے کہ وہی مکہ جہاں بتوں کے خلاف وعظ تک برداشت نہیں تھا، آج وہیں بتوں پر ہتھوڑے چل رہے تھے اور سارا مکہ خاموش تماشائی تھا، جن لوگوں نے اپنے باطل معبودوں کی حمایت میں مسلمانوں کا خون بہایا تھا، ظلم کے پہاڑ توڑے تھے، پیغمبر کو زخمی کیا تھا، حق پرستوں کو گھر سے بے گھر کیا تھا آج وہی لوگ خانہ کعبہ کے اندر سے اپنے فرضی خداؤں کی لاش اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ اور اس قصے میں سر دھننے کی بات تو یہ ہے کہ صدیوں تک قلوب وارواح کی سرزمین پر حکمرانی کرنے والے مرکز عقیدت کو توڑتے ہوئے انہیں ذرا بھی قلق نہیں تھا۔ بلکہ ان کے سینے جوش مسرت سے لبریز تھے کہ آج خدائے وحدہ لاشریک کے حرم کو انہوں نے معبودان باطل کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔

عقل کہتی ہے کہ یہ تلواروں کا برپا کیا ہوا انقلاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فکر و ذہن کا انقلاب تھا۔ یہ فطرت انسانی اندر چھپی ہوئی قوتوں کا انقلاب تھا۔ یہ عقیدہ توحید کے ساتھ روحوں کی گرویدگی اور دلوں کی نیازمندی کا انقلاب تھا۔

پھر دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ فتح مکہ کے بعد سارے جزیرہ عرب سے بتوں کی مصنوعی ہیبت اور فرضی خدائی کا جنازہ اس دھوم دھام سے اٹھا کہ تلوار تو بڑی بات ہے کوئی آنسو بہانے والا بھی نہ تھا۔ اب عرب کے نئے جغرافیہ میں نہ بتوں کیلئے کوئی جگہ رہ گئی تھی اور نہ بتوں پرستاروں کیلئے۔ سارا عرب نعرہ توحید کے غلغلے سے گونج رہا تھا۔ قبول حق کیلئے دلوں کے دروازے اس طرح کھل گئے تھے کہ قلب و روح کی پوری بشاشت کے ساتھ لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ عہد رسالت کے ۲۳ سال پورے ہو چکنے کے بعد جب پیغمبر اعظم ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو نہ صرف یہ کہ سارا جزیرہ عرب کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک ہو چکا تھا بلکہ کئی لاکھ مربع میل وسعتوں میں پھیلی ہوئی اسلام کی ایک خود مختار، اور مستحکم ریاست کا قیام بھی وجود میں آ چکا تھا۔

اس کے بعد اسلام کا سیل رواں زمین کے طول و عرض میں اس تیزی کے ساتھ پھیلتا گیا کہ خلفائے راشدین کے عہد میمون میں اسلامی اقتدار کا سورج خط نصف النہار پر جگمگانے لگا اور ابھی ایک صدی بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ اس کی دھوپ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے صحراؤں، پہاڑوں، ریگ زاروں اور سارے بحر و بر اور خشک و تر پہ پڑنے لگی۔

دلوں کو پگھلا دینے والی، فکر کو جگا دینے والی اور عقل کو لرزا دینے والی یہی وہ منزل ہے جہاں ہم اپنا قلم روک کر دنیا کے دانشوروں کے سامنے ایک سوال رکھنا چاہتے ہیں وہ سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں کہ کیا دنیا میں اس سے پہلے بھی اس طرح کا کوئی روحانی، اخلاقی اور سیاسی انقلاب انہوں نے دیکھا ہے۔ طاقت کے ذریعے زمینوں آبادیوں اور ملکوں پر قبضہ کرنے والے ایک سے ایک کشور کشا ہم نے دیکھے ہیں۔ لیکن تاریخ میں ایک بھی ایسا فاتح ہماری نظر سے نہیں گزرا جس نے آبادیوں پر قبضہ کرنے سے پہلے دلوں کی سرزمین فتح کر لی ہو۔ جس نے قلعوں کی فصیلوں اور برجیوں پر اپنا جھنڈا گاڑنے سے پہلے دلوں کی سرزمین پر اپنا جھنڈا نصب کر دیا ہو۔ جس نے آب و گل کی دنیا میں اپنا سکہ رائج کرنے سے پہلے دلوں کی اقلیم میں اپنی عقیدت و محبت کا سکہ چلا دیا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے انہیں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کیلئے پہلے مکہ میں آنا چاہئے۔ وہاں تلوار پیغمبر کے ہاتھ میں نہیں تھی۔ کفار مکہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں تلواریں بھی چلیں، نیزے بھی اٹھے، تیر بھی برسے اور طاقت بھی استعمال ہوئی لیکن اسلام کو پھیلانے کیلئے نہیں اسلام کی پیش قدمی روکنے کیلئے، اسلام قبول کرنے والوں کا کلیجہ دہلانے کیلئے، پیغمبر کی آواز کو کچلنے کیلئے، اور اپنے بتوں کا نعرہ بلند کر کے توحید کے پرچم کا مذاق اڑانے کیلئے۔

لیکن اس کے باوجود دنیا نے پہلی بار عشق و عقیدت اور ایمان و یقین کی گرویدگی کا یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھا کہ لوگ تلواروں کی ضرب سے گھائل ہوتے رہے، پتھروں کی چوٹ پہ چوٹ کھاتے رہے، انگاروں پہ لوٹتے رہے، پگھلتے رہے، گرم گرم چٹانوں پر جلتے رہے اور قید و بند کی دردناک آزمائشوں میں سلگتے رہے لیکن کلمہ حق کے ساتھ والہانہ عقیدت کا نشہ تھا کہ اترنے کے بجائے چڑھتا ہی رہا۔

رسالت محمدی ﷺ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت انسانی فطرت کا یہ تقاضا اگر نظر میں رکھا جائے تو اسلام کی حقانیت کا احساس دوچند ہو جائے گا اور وہ یہ کہ آدمی دل کی رغبت کے ساتھ وہیں قدم رکھتا ہے جہاں کوئی خطرہ نہ ہو یا جہاں آرام اور منفعت کی کوئی امید ہو۔

سب جانتے ہیں کہ مکہ میں آسائش و منفعت کے سارے وسائل صنادید قریش اور کفار مکہ کے ہاتھوں میں تھے۔ رسول کے قریب آنے والوں کیلئے سوائے قید و بند، سوائے دار و رسن اور سوائے اذیت و نقصان کے مادی آسائش و منفعت کی کون سے توقع تھی۔ لوگ دن رات اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھتے کہ جس نے بھی رسول کا کلمہ پڑھا اس کا جینا دوبھر ہو گیا۔ مکہ کی پوری آبادی درپے آزار ہو گئی۔ اب وہ ستایا جا رہا ہے تو کوئی اس کی حمایت میں کھڑا ہونے والا نہیں۔ خون کے رشتہ داروں سے کچھ توقع تھی تو وہ بھی

قاتلوں، سفاکوں اور درندوں کی صف میں ہیں۔

اب عقلائے عالم ہی فیصلہ کریں کہ ان حالات میں فطرت انسانی کا تقاضا کیا ہونا چاہئے تھا۔ کیوں ایسا نہیں ہوا کہ لوگ کلمہ پڑھنے والوں کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑتے اور ہرگز ایسے اقدام کا ارادہ نہ کرتے جس کے نتیجے میں ان کی اچھی خاصی زندگی طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کر دی جائے۔

آخری نبی کی آواز میں وہ کون سی کشش تھی جس نے ان کی فطرت کو ہر طرح کے احساس زیاں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اور پھر آخر وہ کون سا جذبہ شوق تھا جس نے پروانوں کی طرح جل مرنے کی آرزو ان کے سینوں میں پیدا کر دی تھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اظہار عشق کا انجام کیا ہوگا وہ بے محابا اپنے مقتل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ لذت اور آسائش کا مفہوم سب کے حق میں یکساں نہیں ہوتا۔ کوئی پھولوں کی سیج پر راحت محسوس کرتا ہے اور کچھ ایسے بھی وارفتگان محبت ہیں جنہیں کانٹوں کی نوک سے گھائل ہونے میں مزہ ملتا ہے۔

یہی حال مکہ کے ان فیروز بختوں کا تھا کہ دلوں میں اچانک یقین کی شمع روشن ہوئی اور وہ آن واحد میں بے حجاب جلوؤں کے تماشائی بن گئے۔ انہوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ کونین کی ارجمندی نبی کے قدموں میں مچل رہی ہے۔ والہانہ جذبہ شوق میں اٹھے اور نبی کے قدموں کے نیچے اپنے دل بچھا دیئے۔

نبی کے چہرے میں خدائے ذوالجلال کی تجلیوں کا نظارہ کرنے والوں نے جلتی چٹانوں پر اخلاص و وفا کا نقش ثبت کر کے دنیا کو بتا دیا کہ اسلام تلواروں کا مذہب نہیں، عشق و وارفتگی کا مذہب ہے۔ اسلام طاقت کا مذہب نہیں، سپردگی کا مذہب ہے۔ اسلام جارحیت کا مذہب نہیں، صبر و ضبط کا مذہب ہے۔ اسلام جبر و کراہ کا مذہب نہیں، محبت و دلربائی کا مذہب ہے۔ اسلام زر، زن اور زمین کی رشوتوں کا مذہب نہیں، نبی کے اخلاق کی کشش، نبی کے چہرہ پرنور کی طلعت زیبا، نبی کے کردار کے تقدس سیرت کی پاکیزگی اور نبی کے لائے ہوئے دین کی سچائیوں کا مذہب ہے۔

مکہ کی سرزمین پر شہیداں عشق و وفا کے لہوں کا ہر قطرہ پکارتا ہے کہ پیغمبر نے تلوار چلا کر نہیں، قرآن سنا کر اسلام پھیلایا ہے اور مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں پتھروں کی چوٹ سے گھائل ہونے والے مظلوموں کا ہر زخم آواز دیتا ہے کہ قبول کرنے والوں نے خوف سے نہیں شوق سے اسلام قبول کیا ہے۔ دل پہلے مومن ہوا اور اس کے بعد زبان نے کلمہ پڑھا۔ قہر و جبر سے گردن جھکانے کیلئے جلوؤں کی کشش چاہئے، یہ راز تو وارفتگان شوق ہی بتا سکتے ہیں کہ حسن ازل کی کس تجلی سے ان کے قلوب گھائل ہوئے اور آنکھوں کی پتلیوں میں خدائے واحد و قدیر کا کون سا جلوہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک نگاہ بندہ نواز پر متاع زندگی تک کو انہوں نے نثار کر دیا۔ اور عشق و عقیدت کا نقطہ عروج تو یہ ہے کہ دم نکل رہا ہے لیکن قدموں میں مچلنے کی آرزو پوری بشاشت کے ساتھ زندہ ہے۔

جو لوگ بدر و احد کے معرکوں کو سامنے رکھ کر اسلام پر تلوار اٹھانے کا الزام رکھتے ہیں وہ مکہ کے مقتل کا معائنہ کیوں نہیں کرتے، وہ غار ثور میں جھانک کر حق کی مظلومی کیوں نہیں دیکھتے وہ شعب ابی طالب میں قیدیوں کی بے قرار اور سوگوار راتیں کیوں نہیں دیکھتے۔ وہ تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ مکہ میں اسلام پھیلنے کی ابتداء کس طرح ہوئی تھی۔ کس کے قہر و جبر سے لوگ اندھیری راتوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر اسلام قبول کرتے تھے۔ مکہ کے نہتے اور کمزور مسلمانوں نے کس کے مظالم سے تنگ آ کر اپنا پیدائشی وطن چھوڑ دینا گوارا کر لیا لیکن نبی کو وہ نہیں چھوڑ سکے۔

وہ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ مکہ میں اسلام اس وقت سے پھیل رہا تھا۔ جب بدر و احد کے معرکے کسی حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھے۔ مکہ میں اسلام اس وقت سے پھیل رہا تھا جب تلوار اسلام کے ہاتھ میں نہیں اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں تھی۔

اس لئے تاریخ کی اس سچائی کے سامنے ہر شخص کو سر تسلیم کر دینا چاہئے کہ اسلام دنیا میں اس لئے پھیلا کہ اسلام ہی انسان کا فطری مذہب ہے۔ جس نے بھی اسلام قبول کیا اس نے جبر کا نہیں اپنی فطرت کا تقاضا پورا کیا۔ مکہ ہی میں نہیں دنیا کے جس خطے میں بھی اسلام کی دعوت پہنچی اس کی پذیرائی کیلئے صرف سلیم فطرت کی ضرورت تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک پیاسا پانی پینے ٹوٹتا ہے، اسلام کے چشمہ صافی پر بھی سلیم الفطرت انسانوں کی پیاسی روحیں بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ پیاسے کو پانی پینے کیلئے رشوت نہیں دینی پڑتی، جبر نہیں کرنا پڑتا، پیاسا ہونا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ جب تک پیاس نہیں بجھے گی وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں رہے گا۔

کچھ اسی طرح کا معاملہ اسلام کے ساتھ بھی پیش آیا سعید روحیں صدیوں سے کسی چشمہ صافی کی تلاش میں تھیں جیسے ہی یہ خبر پھیلی کی عرب میں رسالت کی سرزمین سے رحمت و نور کا ایک چشمہ پھوٹا ہے، رفتگان شوق معرفت بے ساختہ اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ راہ طلب میں دنیا نے بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں لیکن گزرنے والے کانٹوں سے نہیں برچھیوں کی نوک پہ قدم رکھ کر گزر گئے۔ آخر ایک دن فیروز بختیوں کی سحر طلوع ہوئی اور جذبہ طلب کے اخلاص نے رسول کونین کی جلوہ گاہ میں انہیں پہنچا دیا۔ صدیوں کی پیاسی روح بادہ توحید سے اس طرح سیراب ہوئی کہ حوض کوثر ہی پر وہ دوسرے جام کی تمنا کرے گی۔

پس درود و سلام کیلگا تار بارش ہو اس جان رحمت پر جس کے

بقیہ صفحہ نمبر پر

حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

کے ملفوظات وارشادات

علامہ ضیاء اللہ قادری

حضرت محبوب سبحانی، غوث صمدانی، شہباز لامکانی، قدس اللہ سرہ الربانی، توحید خالص، اطاعت رسول مقبول ﷺ، اقامت دین مبین اور احیائے اسلام کے عظیم علمبردار تھے۔ حضرت کے ابتدائی دور میں طرح طرح کے فتنوں کا سیلاب تھا۔ اگر ایک طرف فسق و فجور، بدعات اور منکرات کا زور تھا تو دوسری طرف اعتزال الحاد اور زندقہ کا بازار گرم تھا۔ لیکن حضرت نے ان سب کا مقابلہ کرتے ہوئے عمر بھر مخلوق خدا کو شریعت مطہرہ کی تعلیم سے روشناس کرایا۔

ایک خلق کثیر آپ کے علم و عرفان سے بھر پور ملفوظات و ارشادات سے سرور کون و مکان، شہنشاہ دو جہان، سیاح لامکان، مالک زمین و آسمان، خدا کے محبوب، دانائے غیوب، احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی دلدادہ اور شیدائی ہوگئی۔ بطور تبرک چندیں مشتے از خروارے ملفوظات مقدسہ پیش نظر ہیں۔

اتباع مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام: ہمیشہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک نقش قدم پر چلو کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. دوسری جگہ ارشاد ہے۔ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ لہٰذا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا دامن کسی حال میں بھی نہ چھوڑو۔

نماز: پنجگانہ نماز کو پابندی سے ادا کرو اور اپنی ہر نماز اس خضوع اور خشوع سے ادا کرو گویا یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے۔

روزہ: روزہ دار کو چاہئے کہ اپنے روزہ کو مکروہات سے بچائے رکھے۔

زہد و تقویٰ: انسان کو چاہئے کہ تمام ان کاموں اور اشیاء سے احتراز کرے جن سے شریعت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔ زہد اور کامل تقویٰ کیلئے دس شرائط ہیں۔

(۱)... زبان کو قابو میں رکھنا۔... (۲) غیبت سے بچنا۔... (۳)... کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور استہزاء نہ کرنا۔... (۴)... محارم پر نظر نہ ڈالنا۔... (۵)... راستی اور راستبازی اختیار کرنا۔... (۶)... انعامات و اکرام ربانیہ کا شکر گزار رہنا تاکہ نفس میں تکبر اور غرور پیدا نہ ہو۔... (۷)... نفسانی خواہشات پر قابو رکھنا اور راہ خدا میں مال صرف کرنا۔... (۸)... صرف اپنی ذات کیلئے ہی بھلائی اور بہتری کا خواہشمند نہ ہونا۔... (۹)... فرض نمازیں با جماعت ادا کرنا۔... (۱۰)... سنت نبوی اور اجماع امت پر قائم رہنا۔

علم اور عمل: جو شخص علم پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے علم میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی برکت کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم دین حاصل کرے جو شخص علم کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ اس کی مثال "مرغ بے پر" کی ہے۔ علم شریعت کا چراغ اپنے ہاتھ میں لیکر اس راہ میں قدم رکھو۔

سجادہ نشین: سجادہ نشین میں ان بارہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے جس میں یہ خصلتیں نہ پائی جائیں اس کا مسند ولایت پر سجادہ نشین ہونا ہرگز جائز نہیں:۔

دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھو

عیب پوشی   رحم دلی

دو خصلتیں سید عالم ﷺ سے سیکھئے

شفقت   رفاقت

دو خصلتیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھئے

راستی   راستگوئی

دو خصلتیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیکھئے

نیکی کی تعلیم دینا   برائی سے روکنا

دو خصلتیں سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے سیکھے
کھانا کھلانا ذکرِ الٰہی کیلئے شب بیداری
دو خصلتیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیکھے
عالم ہونا شجاعت و جوانمردی

رضائے الٰہی: محبتِ الٰہی میں بڑھنا اور علمِ الٰہی کو کافی جان کر قضاء و قدر پر راضی رہنا۔

تصوف: دل کو تمام کدورتوں سے صاف کرنے کا نام تصوف ہے اور اس کی بنا ان آٹھ خصلتوں پر ہے۔
(۱) سخاوت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔
(۲) رضائے سیدنا اسحاق علیہ السلام۔ (۳) صبر سیدنا ایوب علیہ السلام۔ (۴) مناجات سیدنا زکریا علیہ السلام۔
(۵) تضرع سیدنا یحییٰ علیہ السلام۔ (۶) صوف موسیٰ علیہ السلام۔ (۷) سیاحت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔ (۸) فقر سیدنا و سید الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دنیا: جو شے انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رکھے وہ دنیا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھ میں رکھے تاکہ وہ اس کو دھوکہ نہ دے سکے۔

سچائی: سچائی اور راستبازی اختیار کرو۔ اگر یہ دونوں صفتیں نہ ہوتیں تو کسی شخص کو بھی قربِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

صبر: مصیبت اور پریشانی پر استقلال و استقامت دکھانا [illegible] نہ چھوڑنا اور کسی سے شکایت نہ کرنا [illegible] مصیبت و غم و پریشانی سے استقبال کرنا [illegible] رکھتے ہوئے مصیبت و رحمتِ الٰہی سمجھنا ہے۔

ایک مشت داڑھی: حضرت [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ عَنْ لِحْيَتِهِ خَرَقَةُ [illegible] داڑھی کو پکڑتے تھے اور مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ دیتے تھے۔ [illegible] حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ خُذُوْا مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ [illegible] مشت سے زائد داڑھی کے بال کاٹ دو۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ 33)

مونچھیں کٹوانے کا جواز اور منڈوانے کی ممانعت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ الشَّارِبَ وَلِأَنَّ فِي ذَالِكَ مُثْلَةً وَ ذَهَابَ لِبَهَاءِ الْوَجْهِ وَجَمَالِهِ وَ فِي بَقَاءِ اُصُوْلِ الشَّعْرِ زِيْنَةً وَ جَمَالٌ۔ جس شخص نے مونچھیں منڈائیں وہ ہم میں سے نہیں اور اس واسطے کہ اس میں بچہ پن ہے اور چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔ اور چہرے کی خوبصورتی اور زینت مونچھوں کی جڑوں کو باقی رکھنے میں ہے یعنی کٹوانے میں ہے منڈوانے میں نہیں۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ 33)

عقائد کے متعلق ارشادات

حضور غوث الاقطاب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق [illegible] ہیں [illegible] فقہ [illegible] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ [illegible] اہلِ حدیث کے [illegible] ہیں [illegible] عبدالقادر جیلانی قدس سرہ [illegible] کی اصطلاح میں اہلِ حدیث کہا جاتا ہے۔ (اہلِ حدیث ص ۳ مئی ۱۹۲۰ء)

لہٰذا اب عقائد کے متعلق حضرت کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں [illegible] عقائد کو پاتے ہیں۔

اعتقاد: اعتقاد درست کرنا واجب ہے [illegible] لَنَكُوْنَ عَلٰى عَقِيْدَةِ السَّلَفِ الصَّالِحِ اَهْلِ السُّنَّةِ [illegible] سنت ہے جو سلف صالحین کا عقیدہ تھا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۳۶)

فرقہ ناجیہ: بہتر فرقوں میں سے نجات پانے والے فرقہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ نجات پانے والا فرقہ اہلِ سنت و جماعت ہی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۹۳)

نماز پڑھنے کا طریقہ: سیدنا غوث اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ [illegible] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا وَ عَلَّمَنَا سُنَّتَنَا فَقَالَ [illegible] ہمیں سنت کا طریقہ سکھایا [illegible] فرمایا اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام قرات پڑھے [illegible] غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے فقولوا آمین تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا اور جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب رکوع سے اپنا سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم سر اٹھاؤ۔ وَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنے گا۔ جب امام تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو جب سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور سجدہ کرو۔ جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے اور تکبیر کہے تو تم سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ تمہارے یہ

نماز کے ارکان امام کے ارکان کے ساتھ ہیں۔ جب امام قعدہ میں ہو تم التحیات للہ والصلوٰت والطیبات پڑھو یہاں تک کہ تم تشہد پڑھ کر نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۷۳۹)

تراویح: نماز تراویح کے متعلق فرماتے ہیں کہ نماز تراویح نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت ہے۔ ھِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً اس کی تعداد بیس رکعات ہے۔ (الطالبین، ص ۴۸۹)

ہاتھوں کو بوسہ دینا: اِنْ تَعَانَقَا وَقَبَّلَ اَحَدُھُمَا رَاْسَ الْاٰخَرِ وَیَدَہٗ عَلٰی وَجْہِ التَّبَرُّکِ وَالتَّدَیُّنِ جَازَ۔ اگر دو شخص بغلگیر ہوں اور ایک دوسرے کا سر اور ہاتھ دیندار اور متقی ہونے کی بناء پر تبرکاً چومیں تو یہ جائز ہے۔ (الطالبین ص ۳۱)

قیام تعظیمی: یُسْتَحَبُّ الْقِیَامُ لِلْاِمَامِ الْعَادِلِ وَالْوَالِدَیْنِ وَالْوَرِعِ وَاَکْرَمِ النَّاسِ عادل بادشاہ، والدین، دیندار، پرہیزگار اور بزرگ آدمیوں کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (الطالبین، ص ۳۱)

اولیاء اللہ کے علم کے متعلق آپ کا عقیدہ

یُکْشَفُ لَھُمْ عَنِ الْمَلَکُوْتِ تَضِیْئُ لَھُمْ اَنْوَاعُ الْعُلُوْمِ مِنَ الْجَبَرُوْتِ وَیُلْقَوْنَ غَرَائِبَ الْحِکَمِ وَالْعُلُوْمِ وَیَطَّلِعُوْنَ عَلٰی مَا غَابَ عَنْھُمْ مِنَ الْاَقْسَامِ وَالْحُظُوْظِ۔ اولیاء اللہ پر عالم ملکوت منکشف ہو جاتا ہے اور ان پر عالم جبروت کے کئی قسم کے علوم روشن ہو جاتے ہیں۔ عجیب وغریب علوم اور حکمتیں ان پر القاء کئے جاتے ہیں اور کئی قسم کے علوم کی غیبی خبروں سے مطلع ہوتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

اِذَا طَلَبْتَ اللّٰہَ بِالصِّدْقِ اَعْطَاکَ مِرْاٰۃً تُبْصِرُ فِیْھَا کُلَّ شَیْئٍ مِنْ عَجَائِبِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ جب تو اللہ تعالیٰ کا سچائی سے طالب ہوگا تو اللہ تعالیٰ تجھے ایک باطنی آئینہ عطا کریگا جس میں تو دنیا اور آخرت کے تمام عجائبات دیکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۷۹۳)

ھُوَ عَزَّ وَجَلَّ اِطَّلَعَھُمْ عَلٰی مَا اَضْمَرَتْ قُلُوْبُ الْعِبَادِ وَانْطَوَتْ عَلَیْہِ النِّیَّاتُ اِذْ جَعَلَھُمْ رَبِّیْ جَوَاسِیْسَ الْقُلُوْبِ وَالْاُمَنَاءَ عَلَی السَّرَائِرِ وَالْخَفِیَّاتِ۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اولیاء اللہ کو لوگوں کے دلوں کے بھیدوں اور نیتوں پر مطلع فرمایا ہے کیونکہ میرے رب نے ان کو دلوں کو ٹٹولنے والا اور پوشیدہ باتوں کا امین بنایا (غنیۃ الطالبین، ص ۸۳۱، ۸۳۴)

ثُمَّ یَجْلِسُ عَلٰی کُرْسِیِّ التَّوْحِیْدِ ثُمَّ یُرْفَعُ عَنْہُ الْحُجُبُ پھر (ولی اللہ) توحید کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے تمام حجابات اور پردے دور کر دیئے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۸۳۱)

یَطَّلِعُ عَلٰی اَسْرَارٍ تَخُصُّہٗ (ولی اللہ) اللہ تعالیٰ کے خاص بھیدوں اور رازوں پر مطلع ہو جاتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۸۲۶)

اولیاء اللہ کے تصرفات کے متعلق عقیدہ

مقام ولایت پر فائز ہونے والے کو فرماتے ہیں:۔

پس اس وقت تم اسرار ہائے خفیہ علم لدنیہ اور اس کے عجائب و غرائب کے امین اور محرم بن جاؤ گے اور تمہیں کائنات کی تکوین اور اس پر تصرف حاصل ہو جائے گا۔ اور تم سے قدرت کی قسم سے وہ خوارق عادات اور کرامات صادر ہوں گی جو مومنین کو جنت میں حاصل ہوں گی۔ پس تم اس حالت میں ایسے ہو جاؤ گے گویا ہر لقے کے بعد آخرت میں زندہ کئے گئے ہو۔ اور تم کو پوری قدرت حاصل ہوگی۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ سنو گے۔ اسی کے ساتھ دیکھو گے۔ اسی کے ساتھ بولو گے۔ اسی کیساتھ پکڑو گے۔ اسی کے ساتھ چلو گے۔ اسی کے ساتھ سوچو گے۔ (فتوح الغیب عربی مقالہ نمبر ۴۰، غنیۃ الطالبین ص ۸۳۳)

جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اور یہ ولایت اور ابدالیت کا انتہائی درجہ ہوتا ہے۔ اللہ پھر اس کو کائنات پر تصرف کرنے والا بنا دیتا ہے۔ پس وہ جس امر کی خواہش کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی طرح ہو جاتی ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴۶)

تمہاری طفیل لوگوں کے غم، تکالیف اور سختیاں دور ہو جائیں گی اور تیری دعا اور برکت سے بارش ہوگی۔ تیرے وسیلے سے کھیت اگائے جائیں گے۔ اور تمہاری امداد سے خاص و عام بندوں کے مصائب و آلام اور بلیات دور کی جائیں گی۔ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴)

صلوٰۃ غوثیہ

اکابر محدثین عظام صوفیائے کرام اور علماء ذوالاحترام مثلاً شیخ محقق شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی جن کے متعلق مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ "آپ ہندوستان میں علم حدیث کو فارسی زبان میں ترجمہ کر کے اس ملک میں علم حدیث کی اشاعت کرنے میں غالباً پہلے شخص ہیں۔ (واضح البیان، ص ۳۰۲) شیخ الاسلام والمسلمین علامہ ابوالحسن نور الدین علی بن جریر الخمی الشطنوفی وہ شخصیت ہیں جن کے مبارک دور میں فن علم حدیث اور فن اسماء الرجال کے مشہور ومعروف ناقد علامہ شمس الدین ذہبی حاضر خدمت ہوئے اور ان کی شان اقدس میں قصیدے لکھے جو انہوں نے اپنی کتاب طبقات المقربین میں درج کئے ہیں اور ان کو امام الاوحد کے لقب سے یاد کیا ہے۔ امام اجل جلال الملت والدین السیوطی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی تصنیف حسن المحاضرہ میں بھی اسی لقب امام الاوحد سے تحریر فرمایا نیز مشہور و معروف امام اور محدث علامہ محمد بن الجزری مصنف حصن حصین حضرت شطنوفی کے شاگرد رشید ہیں اور انہوں نے آپ سے آپ کی تصنیف لطیف بہجۃ الاسرار درساً پڑھی اور اس کی سند اور اجازت حاصل کی۔ ان کے علاوہ سند المحدثین ملا علی قاری صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

علامہ فہامہ عبدالقادر الاربلی عارف باللہ حضرت ابو المعانی قدس سرۃ السبحانی اور امام اجل محمد بن یحیٰ احلی رحمۃ اللہ القوی نے اپنی مبارک تصانیف میں صلوٰۃ غوثیہ کے پڑھنے کا طریقہ یوں بیان فرمایا۔

''مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ ثُمَّ یَخْطُوْ اِلٰی جِھَۃِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ خَطْوَۃً یَذْکُرُ فِیْھَا اِسْمِیْ وَیَذْکُرُ حَاجَتَہٗ فَاِنَّھَا تُقْضٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ'' جو کوئی دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد) گیارہ مرتبہ پڑھے پھر سلام پھیر کر نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم پر درود وسلام بھیجے پھر عراق کی (بغداد شریف کی) سمت میرا نام لیتا ہوا گیارہ قدم چلے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو اس کی حاجت اللہ کے حکم سے پوری ہو جائے گی۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲، قلائد الجواہر ص ۳۶، اخبار الاخیار فارسی ص ۲۶، زبدۃ الآثار نزہۃ الخاطر الفاتر، تفریح الخاطر ص ۵۶، تحفۃ القادریہ ص ۴۷، ۴۸)

✿✿✿✿✿

بقیہ: ہمہ گیر انقلاب

تلوؤں کے دھوون سے آب حیات کو حیات جاوداں ملی۔ درود وسلام کے جھکتے اٹھے۔

عقل حیران ہے کہ اس پیکر زیبا کے کس کس جلوہ کا تماشا دیکھے اور اس کے فضل وجمال کے کن کن نگار خانوں کا نظارہ کرے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ جدھر دیکھئے اسی کے فیض کے چشمے لہرا رہے ہیں۔ جس طرف نظر اٹھائیے ایک ہی تجلی ہزاروں رنگ میں بکھری ہوئی ہے۔ جہاں بڑھیے پروانوں کا ہجوم۔ جس صحرا میں قدم رکھیے دیوانوں کا شور۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

شاہ بغداد کی بارگاہ میں فریاد

یکے از ہائیان پاکستان

دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ
میر بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ
حال دل شرف سے اپنے نہ کہا تھا لیکن
آج میں در پئے اظہار ہوں شیئاً للہ
کرم خاص کے لائق تو نہیں میں پھر بھی
آپ کا غاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ
جلوہ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد
تشنہ شربت دیدار ہوں شیئاً للہ
کیا کروں میری دعا بھی نہیں ہے مقبول
میں کہ اک فرد گنہگار ہوں شیئاً للہ
غوث اعظمؓ سے جو مانگو گے ملے گا حسرت
پھر کہو حاضر دربار ہوں شیئاً للہ

مولانا حسرت موہانی

تضمین بر غزل حسرت موہانی

دربدر جاؤں کہاں ٹھوکریں کھانے کیلئے
کوئی غمخوار ہے میرا جو میری عرض سنے
کس کو ہے درد جو مظلوم کی فریاد سنے
''آپ ہی سنیئے کہ اب اور کہوں میں کس سے
بستہ دامن سرکار ہوں شیئاً للہ''
جرم ہے تذکرہ حفظ شمار دینی
وجہ الزام ہے اظہار ولائے قومی
میں کہ ہوں تابع فرمان رسول عربی
'' مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی
غلبہ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ''
شہ جیلانیؒ کو یہ بخشی ہے خدا نے قدرت
کہ وہ برلاتے ہیں حاجت طلبوں کی حاجت
عام ہے ان کا کرم عام ہے ان کی رحمت
''غوث اعظمؓ سے جو مانگو گے ملے گا حسرت
پھر کہوں حاضر دربار ہوں شیئاً للہ''

مولانا عبدالماجد قادری بدایوانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القصیدة الغوثیه

ترجمه باذن وفیض
منبع رشد وہدایت، قاسم زہد وولایت سید پیر
علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی
علی پور سیداں شریف

غوث الاغیاث، قطب الاقطاب، محبوب
سبحانی، شہباز لامکانی حضرت پرنور سیدنا غوث اعظم
عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی

مترجم
شاعر اہلسنت، عاشق رسول پروفیسر
محمد حسین آسی حسینی نقشبندی

سَقَانِي الْحُبُّ كَاسَاتِ الْوِصَالِ
پلاتے جب محبت نے مجھے خود وصل کے ساغر

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ كُؤُوْسٍ
پیالوں میں بھری مے دوڑتی آئی مری جانب

فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا
تمام اقطاب سے میں نے کہا ہمت کرو تم بھی

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ
میری خاطر مرے ساقی نے ساغر بھر کے رکھے ہیں

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُكْرِیْ
مرا صدقہ مری چھوڑی ہوئی مے تم نے بھی پی لی

مَقَامُكُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰكِنْ
تمہاری شان اونچی ہے مگر یہ بھی سمجھ رکھو

اَنَا فِیْ حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ
بدرگاہ خدا اقرب یگانہ ہے مجھے حاصل

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْهَبُ كُلِّ شَیْخٍ
نہیں جیسے پرندوں میں کوئی بھی باز کا ثانی

كَسَانِیْ خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ
مجھے پہنایا خلعت عزم سے آراستہ کر کے

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ
مجھے ہے سر قرآن سے نوازا، تاج پہنایا

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
مجھے حق نے تمام اقطاب کا حاکم بنایا ہے

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ
جو دریاؤں میں اپنا راز ڈالوں، آب ہو غائب

فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِیْ
تو اس مے سے کہا میں نے کہ آ مجھ کو مشرف کر

فَهِمْتُ بِسُكْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ
میں اپنے دوستوں میں ہو گیا بے خود، پی کر

بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ
میرے اپنے جو ہو، تم بھی پیو صہبائے کیف آور

فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ
تو ذوق و شوق و ہمت سے پیو، تم ہو مرا لشکر

وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ
مگر میرا عروج و وصل تم سب سے رہا بڑھ کر

مَقَامِیْ فَوْقَكُمْ مَازَالَ عَالِیْ
ابد تک اپنی شان ومنزلت میں تم سے ہوں برتر

یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ
ترقی دینے والا مجھ کو کافی ہے مراد اور

وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالِیْ
اسی صورت مشائخ میں کہاں کوئی مرا ہمسر

وَتَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْكَمَالِ
کمالات شرف کے تاج رکھے ہیں مرے سر پر

وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ
جو کچھ مانگا، مجھے دیتا رہا ہے خالق اکبر

فَحُكْمِیْ نَافِذٌ فِیْ كُلِّ حَالِ
مرا ہر حال میں ہر حکم نافذ ہے زمانے پر

لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ
خدا کی شان سے ہر بحر ہوتا پید، پیدا بر

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ
اگر ڈالوں میں اپنا راز پتھر کے پہاڑوں میں
لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ
تو ریگ دشت کے ذروں میں گم ہو جائیں پس پس کر

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ
اگر ڈالوں میں اپنا راز آتش پر ٹھنڈی ہو
لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِیْ
کچھ اس انداز سے ، روشن نہ ہو پھر گیتی پر

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ
اگر ڈالوں میں اپنا راز لوگو! جسم بے جان پر
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰى تَعَالٰى
خدائے پاک کی قدرت سے اٹھے زندگی پاکر

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ "
زمانہ یا مہینہ ایسا دنیا میں نہیں آتا
تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ
غلامانہ سلامی کو دے پہلے مرے در پر

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا يَاْتِیْ وَيَجْرِیْ
مجھے ماضی و مستقبل سے خود آگاہ کرتا ہے
وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ
مرا تابع ہے سارا وقت ، چپ اے منکر خود سر

مُرِيْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّیْ
مرے طالب! نڈر ہو مست ہو اور گیت گاتا جا
وَاِفْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْاِسْمُ عَالِیْ
مرے صدقے خدا کا فضل ہے تجھ پر جو چاہے کر

مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ
مرے طالب! نڈر، اللہ میرا رب ہے اور اس نے
عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِیْ
وہ دی رفعت، کیا ہر آرزو سے مجھ کو بہرہ ور

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ
میرے ڈنکے ہیں بجتے آسمانوں میں زمینوں میں
وَشَاؤُوْسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَالِیْ
نقیباں سعادت خوش ہیں میرا نام لے لے کر

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِیْ تَحْتَ حُكْمِیْ
خدا کے شہر میرا ملک ہیں، میں ان کا حاکم ہوں
وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ
کہ تھا قبل از ولادت بھی میرا دل اوج صفوت پر

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا
خدا کے شہر سب کے سب ہیں یوں پیش نظر میرے
كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِ
کہ جیسے سامنے ہوں رائی کے دانے ہتھیلی پر

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰى صِرْتُ قُطْبًا
ملی ہے علم پڑھتے پڑھتے مجھ کو شان قطبیت
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَى الْمَوَالِیْ
سعادت پائی ہے میں نے بفضل خالق اکبر

رِجَالِیْ فِیْ هَوَاجِرِهِمْ صِيَامٌ "
ارادتمند میرے سخت گرمی میں بھی با روزہ
وَفِیْ ظُلَمِ اللَّيَالِیْ كَاللَّآلِیْ
چمکتے ہیں اندھیری رات میں وہ صورت گوہر

وَكُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ "قَدَمٌ" وَّ اِنِّیْ
مزاجاً ہر ولی گویا کسی مرسل کے تابع ہے
عَلٰى قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْكَمَالِ
مگر میں ہوں نبوت کے مہ کامل کے قدموں پر

نَبِیٍّ "هَاشِمِیٍّ مَكِّیٍّ حِجَازِیْ
مرے نانا رسول ہاشمی ، مکی ، حجازی ہیں
هُوَ جَدِّیْ بِهٖ نِلْتُ الْمَوَالِیْ
ملی ہیں رفعتیں مجھ کو طفیل حضرت سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ
کہاں مجھ سا عدوکش اور صاحب عزم میداں میں
عَزُوْمٌ "قَاتِلٌ" عِنْدَ الْقِتَالِ
کسی بد گو سے اے میرے مرید باصفا! مت ڈر

اَنَا الْجِيْلِیُّ مُحْيِی الدِّيْنِ اِسْمِیْ
میں جیلانی ہوں ، محی الدین میرا نام ہے
وَاَعْلَامِیْ عَلٰى رَاْسِ الْجِبَالِ
پھریرے میرے شوکت کے ہیں لہراتے پہاڑوں پر

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمُخْدَعُ مَقَامِیْ
مرے زیر قدم ہیں گردنیں اہل ولایت کی
وَاَقْدَامِیْ عَلٰى عُنُقِ الرِّجَالِ
میں حسنی ہوں ، مقام خاص مخدع میں ہوں جلوہ گر

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ
مجھے کہتی ہے عبدالقادر بغداد سب دنیا
وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَيْنِ الْكَمَالِ
ہیں میرے جد امجد چشمہ فضل و علاگستر

مرتب: صوفی صدیق ضیا انجینئر تربیلا ڈیم

حضور غوث اعظم، شاہ نقشبند اور شیخ مجدد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کی روشنی میں

حضرت غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کا فیض

اس زمانہ میں کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت پیران پیر سے خوارق (کرامات) میں زیادہ مشہور نہیں۔ اگر آج کسی شخص کو کسی خاص روح کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے اور وہاں سے فیض حاصل کرے تو اکثر یہ فیض اس سے خالی نہیں کہ یا تو خود حضرت سرور عالم ﷺ سے ہوا یا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے یا حضرت غوث جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۴۵)

غوث الثقلین اور غوث اعظم کہنا جائز

حضرت غوث الثقلین قدس سرہ اور سب مشائخ سلسلہ پہلے پچھلے سب کی فاتحہ دے جیسے کہ اسے شرط کیا ہے مشائخ نے۔ (انتباہ مترجم ص ۲۵)

اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فخر اور بڑائی کے کلمے ارشاد فرمائے ہیں اور آپ سے تسخیر عالم ظہور میں آتی تھی۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۲)

ائمہ اہل بیت اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبتوں میں مناسبت

جب حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں نہ دیکھی گئی۔ اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت رضی اللہ عنہم میں ہے وہ افکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور کمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں نظر آئی ہے، وہ کسی دوسرے میں نہیں۔ (القول الجلی کی بازیافت ص ۴۰ بحوالہ القول الجلی ص ۷۹، ۸۰)

آپ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام و اولیا علیہم الرحمۃ کا ہجوم ہوتا

كان الشيخ عبدالقادر يحضر مجلسه الانبياء والاولياء (شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ کا ہجوم ہوتا تھا) کی تشریح میں حضرت شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ حقیقت روح جو کہ تمام کائنات میں جاری و ساری ہے، سے واصل تھے۔ پس آپ اسی مرکز ہدایت سے گفتگو کرتے تھے جہاں سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ گفتگو کرتے تھے ...... چونکہ آنجناب (شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) کو عالم ارواح میں مکمل تمکین حاصل تھا اس لئے تجلیات ارواح انبیاء و اولیاء (علیہم السلام و علیہم الرحمۃ) اپنے وجود مثالی

> حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی اصل نسبت اُویسیہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فخر اور بڑائی کے کلمے ارشاد فرمائے ہیں اور آپ سے تسخیر عالم ظہور میں آتی تھی۔

سے آپ پر نزول کرتی تھیں۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۸۵،۱۷۴)

خواب میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو مسرور دیکھنے کا بیان

حضرت والد صاحب فرماتے تھے خواب میں مجھے سلاسل اولیاء دکھائے گئے گویا کہ ایک وسیع بازار ہے جس میں مخصوص دکانیں ہیں، ہر دکان میں صاحب طریقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔ میں ان کے پاس سے گزرتا ہوا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دکان پر پہنچا۔ میں اس جماعت میں جا کر بیٹھ گیا، وہاں نصوص کی عبارت ''الاعیان ماشمت رائحۃ الوجود'' پر بحث ہو رہی تھی۔ ہر شخص دوسرے سے الگ مفہوم بیان کرتا ہے۔ میری باری آئی تو میں نے بھی معنی بیان کئے، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ یہ مفہوم سن کر بہت خوش ہوئے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۷۷)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بیداری میں زیارت

''شیخ ابو رضا'' فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے بیداری میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اس جگہ بڑے بڑے اسرار مجھے تعلیم فرمائے (انفاس العارفین اردو ص ۱۴۳)

> سید غلام محی الدین اور اس کا والد بیجا پور کی مہم میں بیمار ہو گئے ان کی بیماری لمبی اور سخت ہو گئی۔ ایک روز حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم اپنے شیخ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے (انہوں نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا اور صحت یاب ہوئے)
>
> (انفاس العارفین اردو ص ۱۰۲)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تصرف

مشائخ نے کہا ہے کہ آپ اپنی قبروں میں زندوں کی مثل تصرف کرتے ہیں۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۴۵) آپ سے تسخیر عالم ظہور میں آتی تھی۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۲)

قضائے مبرم اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

کبھی عارف پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قضاء فلاں واقعہ کو اس طرح ایجاد کرنے میں ضرور متعلق ہے اور اس میں تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ وہ عارف اپنی کوشش وہمت سے دعا کرتا ہے اور دعا میں خوب اصرار اور الحاح کرتا ہے حتیٰ کہ وہ قضا دوسرے طریقہ پر ایجاد کرنے میں منقلب ہو جاتی ہے، تو یہ (عارف) پھر اس چیز کو حسب ارادہ پاتا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ایک تاجر کے بارے میں منقول ہے جو کہ حماد رباس کے اصحاب میں سے تھا (فیوض الحرمین مترجم ص ۲۰۵،۲۰۶)

غلام محی الدین نام درست اور آپ سے غلامی کی نسبت جائز

حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ سید غلام محی الدین اور اس کا والد بیجا پور کی مہم میں بیمار ہو گئے ان کی بیماری لمبی اور سخت ہو گئی۔ ایک روز حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم اپنے شیخ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے (انہوں نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا اور صحت یاب ہوئے) (انفاس العارفین اردو ص ۱۰۲)

آپ کا تبرکات

شاہ عبدالرحیم کا جبہ ملا۔۔ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اجمالاً بتایا گیا کہ آج تمہیں ایک نعمت ملے گی۔ میں سیر کیلئے نکلا۔ شہر کے ایک حصہ میں میرے دل نے گواہی دی کہ تیرا مطلوب اس جگہ ہے، میں نے پوچھا یہاں کوئی درویش یا فاضل شخص ہے، لوگوں نے کہ ہاں فلاں درویش اس جگہ رہتا ہے۔ میں اس کی ملاقات کیلئے گیا۔ اس نے کہا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا جبہ مجھے تبرک ملا ہے اور آج رات مجھے حکم ہوا ہے کہ آج جو شخص تمہارے پاس آئے یہ تبرک اس دے دو۔ میں نے وہ جبہ لے کر خدا کا شکر ادا کیا۔ (انفاس العارفین اردو ص ۶۹،۷۰)

آپ سے منسوب ٹوپی خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی کو ملی

حضرت والد فرماتے تھے حرم شریف میں ایک شخص کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ٹوپی اپنے آباؤ اجداد سے ملی تھی اور وہاں اس کی وجہ سے بہت محترم اور مکرم تھا اور ایک رات خواب میں اس نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے فرمایا ٹوپی ابو القاسم اکبر آبادی کو دے دو۔

اس شخص کے دل میں خیال گزرا کہ اس شخص کی تخصیص میں کوئی حکمت ہے۔ امتحان کے طور پر ایک قیمتی جبہ اس کے ساتھ ملا دیا اور پوچھتے پچھاتے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یہ دونوں تبرک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ انہوں نے مجھے خواب میں فرمایا کہ ابو القاسم اکبر آبادی کو دے دو، اور انہیں آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے قبول فرمالیا اور بہت خوش ہوئے۔

اس شخص نے کہا یہ بہت بڑی نعمت ہے اس کے شکرانہ میں کافی

طعام تیار کیجئے اور روساء شہر کی دعوت کیجئے (حضرت ابوالقاسم نے) فرمایا بکل آپ تشریف لائیں اور جس شخص کو چاہیں مدعو کریں، میں کافی کھانا تیار کروں گا۔ علی الصبح وہ شخص تمام روساء شہر کے ساتھ آیا اور کافی طعام تناول کیا اور فاتحہ پڑھی۔ دعوت سے فراغت کے بعد انہوں نے (روسائے شہر نے) پوچھا، آپ متوکل آدمی ہیں اور ظاہراً اسباب نہیں ہیں، اس قدر طعام کیسے تیار ہو گیا۔ فرمایا ہم نے جبہ فروخت کر دیا اور ضروریات خرید لیں۔

وہ شخص چلایا کہ میں نے اس فقیر کو اہل سمجھا تھا، یہ تو فریبی نکلا۔ اس نے تو ان تبرکات کی قدر نہیں پہچانی۔ آپ نے فرمایا شور مت کرو۔ جو تبرک تھا (یعنی ٹوپی) اسے میں نے محفوظ کر لیا اور جو چیز تبرک نہیں تھی (یعنی جبہ) بلکہ امتحان تھی اسے فروخت کر دیا اور اس سے ضیافت اور شکرانہ کا سامان خرید لیا ہے۔ اب وہ آگاہ ہوا تو تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کر دی اور تمام نے کہا الحمد للہ تبرک اس کے حقدار کو پہنچ گیا۔ (انفاس العارفین اردو ص ۵۲، ۵۳)

سیدنا غوث اعظم اور خواجہ نقشبند علیھما الرضوان کے مقامات کا دلافروز تذکرہ

راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی نسبت کو لطیفہ سر میں زیادہ وسعت حاصل ہے اسی وجہ سے استغراق غالب آیا۔ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی نسبت لطیفہ روح میں زیادہ ہے۔ صوفیہ کی روحانی تربیت اسی سے ہے۔ اور قدیم صوفیائے کرام کی نسبت لطیفہ نفس میں زیادہ ہے، اسی وجہ سے وہ سخت مشکل ریاضتیں کرتے تھے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۷۸)

حضرت غوث الاعظمؒ کے طریقہ کی اصل نسبت اولیسیہ ہے۔ جس میں کسی قدر برکات سکینہ ملے ہوئے ہیں۔ ----- حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کی اصل نسبت یادداشت ہے اور بسا اوقات یہ پہنچا دیتی ہے۔ نسبت احسان تک۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۲)

حضرت والد ماجد کی زبان مبارک سے بارہا خلوت میں سنا گیا کہ آپ فرماتے تھے جو نسبت ہم نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ صاف اور زیادہ باریک ہے۔ اور وہ نسبت جو خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ غالب اور موثر ہے۔ جمعیت اور قبول عام کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور وہ نسبت جو خواجہ معین الدین رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ عشق کے زیادہ نزدیک ہے، اور تاثیر اسماء اور صفائی خاطر کے زیادہ قریب ہے۔ راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کو ان کے الفاظ تو یاد نہیں لیکن مطلب یہی تھا، واللہ علم۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۲۴، ۱۲۵)

طریقہ نقشبندیہ بمنزلہ ایسی ندی کے ہے کہ ہمیشہ ظاہر زمین پر رواں ہے اور اس طریقہ کا متوسل عالم ناسوت میں اسم قوی اور مقتدر کا مظہر ہے اور طریقہ نقشبندیہ مشابہ اس کے ہے کہ کسی نقاش نے ایک دیوار پر عمدہ نقش کشید کئے۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۴)

حضرت والد فرماتے تھے، ایک بار میں نے حضرت ختم المرسلین ﷺ کو خواب میں دیکھا گویا کہ یاقوت سرخ کی مسجد ہے جو آئینہ کی مانند شفاف ہے وہاں سید الرسل ﷺ مراقبہ کی صورت بیٹھے ہوئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کاملین بھی آپ کے گرداگرد مراقبہ کی ہیئت میں صف باندھے ہوئے ہیں۔ جب میں اس پردہ یاقوتی کے پاس جو مسجد کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا پہنچا ہوا تھا تو حضرت غوث الاعظم اور خواجہ نقشبند قدر اللہ اسرارہما اٹھ کر میری پاس آئے اور میرے متعلق مناظرہ کرنے لگے۔

حضرت والد ماجد کی زبان مبارک سے بارہا خلوت میں سنا گیا کہ آپ فرماتے تھے جو نسبت ہم نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ صاف اور زیادہ باریک ہے۔ اور وہ نسبت جو خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ غالب اور موثر ہے۔ جمعیت اور قبول عام کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور وہ نسبت جو خواجہ معین الدین رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ عشق کے زیادہ نزدیک ہے، اور تاثیر اسماء اور صفائی خاطر کے زیادہ قریب ہے

حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس شخص کے آباء واجداد میرے خلفا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں میں اس سے زیادہ قریب ہوں۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہ شخص میرے خلفا سے تربیت یافتہ ہے میں اس سے زیادہ قریب ہوں یعنی خواجہ محمد باقی اللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شیخ رفیع الدین علیہ الرحمۃ سے روحانی تربیت حاصل کی ہے۔ یہ مناظرہ طویل ہو گیا مجھے خوف پیدا ہوا کہ یہ صحبت ختم ہو جائے گی اور اس فیض سے محروم رہوں گا۔ آخر کار حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اسقدر مناظرہ کیوں کرتے ہو جبکہ ہمارے اور تمہارے طریق میں چنداں فرق نہیں ہے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر فرق نہیں ہے تو میں اس امر کے درپے کیوں نہ ہوں۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ اسے اندر لے جائیں لیکن دراصل وہ مجھ سے ہے اور میں اسے اپنی نسبت سے بہرہ ور کروں گا اور یہ تمام مناظرہ ایسے حسن ادب کے ساتھ ہوا کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ چنانچہ خواجہ نقشبند نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس مسجد میں داخل کیا اور سید الانبیا ﷺ کے مقابل صف میں قدرے آگے بٹھایا اور خود میرے ساتھ برابر میں بیٹھ گئے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ

اس صورت میں سوائے اس کے کوئی مقصد نہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مراقبہ سے سر اٹھائیں تو سب سے پہلے مجھ پر نظر مبارک پڑے اور جب کوئی پوچھے تجھے کون لایا ہے تو کہیں میں اسے لایا ہوں۔ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے اس خیال سے واقف ہو کر فرمایا یہی سبب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سر اٹھایا اور بہت سے اعزازات سے نوازا اور راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کا گمان ہے کہ اس واقعہ کا اختتام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ والد ماجد کو خلوت میں لے گئے اور نفی و اثبات کی عجیب انداز سے تلقین فرمائی۔ واللہ علم (انفاس العارفین اردو ص ۷۲، ۷۱ اور الثمین حدیث نمبر ۲۵)

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کا تخت اور فرشتے خادم

حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ فرماتے تھے، میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار کی زیارت کیلئے گیا۔ اس خیال سے کہ مجھے اپنی گنہگار آنکھوں اور آلودہ جسم کو اس پاک جگہ میں نہیں لے جانا چاہئے، ان کے مزار کے قریب چبوترے پر کھڑا ہو گیا، اس جگہ ان کی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا آگے آؤ۔ میں دو تین قدم آگے چلا گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ چار فرشتوں نے ان کی قبر کے نزدیک ایک تخت اتارا ہے۔ معلوم ہوا اس تخت پر خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ تھے۔ دونوں بزرگوں نے آپس میں راز و نیاز کی باتیں کیں جو سنائی نہیں دیتی تھیں پھر تخت فرشتے اٹھا کر لے گئے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۷۸)

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے مزار مبارک سے شیخ کی طرف راہنمائی فرمائی

ترکستان کا ایک تاشقلہ بیک نامی مرد تھا جس نے اس راہ (طریقت) کا ذوق پیدا کیا تھا، بخارا میں آیا اور خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے مزار پر اس انتظار میں بیٹھا کہ اسے کسی ولی اللہ کی اطلاع ملے۔ آخر کار خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے خواب میں اسے فرمایا کہ تیرا پیر ہندوستان میں دہلی شہر کے اندر ہے اور حضرت والد محترم کی شکل اسے دکھائی۔ اس کے دل میں خیال گزرا کہ دہلی بہت بڑا شہر ہے، اس بزرگ کو وہاں تلاش کرنا بڑا مشکل کام ہوگا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو اس کے اس خیال کی خبر ہو گئی، فرمایا کہ جس روز تم دہلی میں پہنچو گے اسی روز انہیں وعظ کہتے ہوئے پاؤ گے۔ پھر شوق اسے کشاں کشاں دہلی لے آیا۔ پہلے شیخ فرید کی سرائے میں اترا، اتفاقاً اس روز جمعہ کا دن تھا، اس نے لوگوں سے جامع مسجد کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے مسجد فیروزی کا پتہ بتایا۔ وہاں اسے حضرت والد ماجد اس کے معلومہ حلیہ کے مطابق ملے۔ نماز کے بعد وعظ فرمایا اس سے بھی اس کی تائید ہوئی۔ جمعہ سے فراغت کے بعد ان کے ہمراہ ان کے گھر آیا۔ پگڑی اتار کر پاؤں میں رکھ دی اور اظہار عقیدت کیا۔ حضرت نے فرمایا شرط یہ ہے کہ چند روز ہمارے ساتھ مجلس کرو تا کہ ہمیں پہچان سکو اور تمام قصہ (جو اسے پیش آیا تھا) بیان کر دیا اور بیعت و تلقین سے مشرف فرمایا (انفاس العارفین اردو ص ۵۹، ۹۶)

پوشیدہ نہ رہے کہ والد ماجد طریقہ نقشبندیہ کی مختلف شاخوں میں سے حضرت محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ کی شاخ کو پسند کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایسی رغبت رکھتے تھے کہ دوسری شاخوں میں سے کسی کے ساتھ ایسی رغبت نہیں تھی۔ ان کی تمام ہدایت و ارشاد اسی شعبہ سے ہوئی۔ (انفاس العارفین اردو ص ۴۲)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ عہد جدید کے پیش خیمہ اور قطب ارشاد ہیں

حضرت شاہ صاحب حضرت مجدد کو عہد جدید کا پیش خیمہ اور مقدمۃ الجیش قرار دیتے ہیں کوئی مجدد اور مصلح جو آپ کے بعد آیا ہے وہ آپ سے بے نیاز نہیں رہا اور نہیں رہ سکتا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

والد ماجد طریقہ نقشبندیہ کی مختلف شاخوں میں سے حضرت محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ کی شاخ کو پسند کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایسی رغبت رکھتے تھے کہ دوسری شاخوں میں سے کسی کے ساتھ ایسی رغبت نہیں تھی۔ ان کی تمام ہدایت و ارشاد اسی شعبہ سے ہوئی۔ (انفاس العارفین اردو ص ۴۲)

"شیخ مجدد علیہ الرحمۃ اس دور کے پیش خیمہ ہیں۔ اس دور کے بہت مخصوص معارف اور علوم شیخ کی زبان مبارک سے رمز و اشارہ کے طور پر صادر ہوئے ہیں۔ شیخ اس دور کے قطب ارشاد ہیں۔ آپ کے ہاتھوں پر بہت سے طبعی اور بدعتی تائب ہوئے ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تعظیم عین مدد و رو مکون کائنات (یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ) کی تعظیم ہے۔ حضرت شیخ کے انعامات و برکات کا شکریہ عین ایزد متعال کے انعامات کا شکریہ ہے۔ (سیرت مجدد الف ثانی ص ۳۵۶، ۳۵۷۔ بحوالہ حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۶۸

اللہ تعالیٰ کا جو طریقہ اور اس کی جو عادت۔۔۔۔ اپنے انبیاء کے ساتھ رہتی ہے اسی کو اس نے حضرت مجدد کے ساتھ برتا ہے کہ ظالموں اور مبتدعیوں نے آپکو ایذا پہنچائی اور متقشف فقہائے آپ کا انکار کیا تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی حسنات میں اضافہ ہو۔ مومن ہی کو آپ سے محبت ہو گئی، اور شقی فاجر ہی کو آپ سے عداوت۔ (حضرت مجدد اور انکے ناقدین ص ۷ بحوالہ ترجمہ احوال الامام

الربانی بروشیہ مکتوبات عربی)

ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جا سکتا ہے کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن تقی اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی۔ (سیرت مجدد الف ص ۳۵ ثانی بحوالہ انفاس الساطعات ص ۳۰)

شیخ عبدالاحد کے مکتوب کے آخر سے یوں نقل کرتے ہیں:

ہم اپنے مکتوب کو مجدد الف ثانی قدس سرہ کے کلام پر ختم کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے امکان کو وجوب کیلئے آئینہ اور عدم کو وجود کیلئے مظہر بنایا اور وجود و وجوب اگر چہ دونوں اس کمال کی صفات ہیں مگر وہ تو ان دونوں سے وراء ہے بلکہ تمام اسماء، صفات اور شیون و اعتبارات اور ظہور و بطون اور تجلیات و ظہورات اور مشاہدات و مکاشفات، ہر محسوس و معقول ہر موہوم و متخیل سے وراء ہے۔ پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء، پھر وراء الوراء ہے۔ پس وہ تعریف کرنے والے کی تعریف سے بے نیاز ہے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۲۰۱)

> حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
>
> فرماتے ہیں:
>
> تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے امکان کو وجوب کیلئے آئینہ اور عدم کو وجود کیلئے مظہر بنایا اور وجود و وجوب اگر چہ دونوں اس کمال کی صفات ہیں مگر وہ تو ان دونوں سے وراء ہے بلکہ تمام اسماء صفات اور شیون و اعتبارات اور ظہور و بطون اور تجلیات و ظہورات اور مشاہدات و مکاشفات، ہر محسوس و معقول ہر موہوم و متخیل سے وراء ہے۔ پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء پھر وراء الوراء ہے۔ پس وہ تعریف کرنے والے کی تعریف سے بے نیاز ہے۔
>
> (انفاس العارفین اردو ص ۲۰۱)

سننے میں آیا ہے کہ شیخ بزرگوار حضرت احمد سرہندی کے کمالات مشہور ہوئے تو شیخ ادریس نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں اگر زمین کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو وہ مجھے دکھائی نہیں دیتی اور اگر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح عرش کرسی بہشت اور دوزخ کا وجود بھی مجھے نہیں ملتا اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کا وجود بھی نہیں ہوتا اور اپنا وجود بھی نہیں پاتا اور حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا۔ بزرگوں نے بھی یہاں تک بیان کیا ہے اور اس جگہ پہنچ کر سیر سے عاجز آ گئے ہیں اگر آپ بھی اس کو کمال سمجھتے ہیں تو فبہا اور اگر کوئی دوسرا کمال اس کے علاوہ ہے تو مجھے اطلاع کر دیں تا کہ ہم دوسرے ملک میں جہاں زیادہ طلب ہو وہاں جائیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی (علیہ الرحمۃ) نے لکھا مخدوما! یہ اور اس قسم کے دوسرے حالات تلون قلب کا نتیجہ ہیں۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان حالات کا حامل مقامات قلب میں سے ایک چوتھائی سے زیادہ طے نہیں کر سکا، ابھی اسے تین حصے اور طے کرنے چاہئیں تا کہ معاملہ قلب کو مکمل طور پر طے کر کے بجھ سکے۔ مقام قلب سے گزرنے کے بعد مقام روح آتا ہے۔ مقام روح سے آگے مقام سر کا دروازہ کھلتا ہے اور مقام سر کو طے کرنے کے بعد مقام خفی تک پہنچتا ہے، تب اس پر مقام خفی کے اسرار و رموز کھلتے ہیں۔ ان چار حصوں کے علاوہ دل پر کچھ اور اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جس کے احوال و کیفیات جدا جدا ہیں۔ ان تمام کو فرداً فرداً طے کرنا چاہئے۔ (آخر مکتوب تک)

اس کے بعد شیخ ادریس کو شیخ احمد سرہندی (علیہ الرحمۃ) کی ملاقات کا شوق ہوا اور ان کی مجلس میں حاضری کا پختہ ارادہ کر لیا لیکن بعض واقعات کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور شیخ احمد سرہندی (علیہ الرحمۃ) کا زمانہ ارشاد ختم ہو گیا۔ (انفاس العارفین)

نام کے ساتھ ؓ لکھنا صحیح ہے

وَقَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِلْاَوْزَاعِیْ   وَکَانَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) اول ص ۳۵۱، ۳۵۶، ۳۵۷)

اِمَامُ الطَّرِیْقَۃِ الشَّیْخِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مُحْیِی الدِّیْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۴۷)

سَیِّدِیْ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (فیوض الحرمین مترجم ص ۲۰۵)

اَلْمَشَائِخُ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ وَھُمْ اَصْحَابُ اِمَامُ الطَّرِیْقَۃِ خَوَاجَۃ بَہَاءُ الدِّیْنِ نَقْشَبَنْدِ الْبُخَارِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۷۵)

المشائخ الجشتیہ وھم اصحاب الطریقۃ خواجہ معین الدین حسن الجشتی وجشت قریۃ شیو خہ رضی اللہ عنہ وعنھم۔ (شفاء العلیل ص ۲۳)

الشیخ الاجل عبدالرحیم رضی اللہ عنہ (شفاء العلیل ص ۱۷۳)

سیدی عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سیدی الوالد رضی اللہ عنہ (فیوض الحرمین ص ۲۰۶، ۲۰۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆

پروفیسر محمد حسین آسی

مخدوم الاولیاء، مقدام الاصفیاء، قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی

دعا و توجہ کی برکات

(موجودہ شمارہ جولائی میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کی ۲۷ تاریخ ۱۹۸۷ء کو شہنشاہ ولایت ناشر زہد و طریقت، شبلی زمانہ، شیخ یگانہ، قیوم زمانی (سیدی و مرشدی و مولائی اعلحضرت پیر سید علی حسین شاہ) حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا لاہور میں وصال ہوا۔

بزم لاثانی ضلع لاہور اسی مناسبت سے ۲۷ جولائی کو ہر سال نقش لاثانی کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے۔ جس کی پہلی دو نشستیں جامعہ حزب الاحناف اور دوسری دو نشستیں دربار شہنشاہ اقطاب واغواث حضور داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ میں منعقد ہوتی ہیں۔ بزم لاثانی پاکستان کے صدر مرکزی حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین گیلانی مدظلہ العالی مرکزی ناظم نشر و اشاعت حاجی بشیر احمد صاحب مدیر ماہنامہ انوار لاثانی اور صدر بزم لاثانی ضلع لاہور حاجی (بابو) محمد بخش صاحب اس مقدس تقریب کی روح رواں ہوتے ہیں۔ یہ عظیم الشان کانفرنس مخدوم سادات، عظیم البرکات اعلحضرت پیر سید محمد ظفر اقبال شاہ صاحب زیب سجادہ لاثانی مدظلہ النورانی کی زیر صدارت منعقد ہوتی ہے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی سوانح عمری، سیرت حضور نقش لاثانی کے نام سے اس سگ بارگاہ کے زیر تدوین ہے۔ البتہ اس کے ایک دو باب شائع ہو چکے ہیں۔ کرامات و برکات والے باب سے ایک مضمون پیش کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور سوچیں۔ کیا دعاؤں کی قبولیت کا یہ عالم اولیاء اللہ کے منکرین کے ہاں بھی دکھائی دیتا ہے۔ اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ آج بھی اولیاء اللہ کا جو تعلق اپنے اللہ لاشریک لہ سے ہے۔ کسی اور کا نہیں اور کیا یہ اس حقیقت کی دلیل نہیں کہ ایمان اور توحید خالص میں جس مقام پر اہل سنت ہیں، کوئی دوسرا گروہ اس کے عشر عشیر بھی نہیں، بلکہ یہ بھی سوچیں کہ قرآن اور اسلام کی صداقت جس طرح اس قسم کی قبولیت دعا سے واضح ہوتی ہے، کیا اور بھی ایسا ذریعہ ہے..................آسی

یک یہی سامان ہے میرا، ایک یہی ہے میرا بھرم
ان کی عنایت، ان کی توجہ، ان کی دعا اور ان کا کرم

دنیا عالم اسباب ہے اس پر مومن و ملحد دونوں کا اتفاق ہے، دونوں اسباب کی تلاش کر کے انہیں استعمال میں لاتے ہیں۔ ہاں، ملحد انہی اسباب کی سب کچھ سمجھتا ہے، انہی سے اس کی امید یا خوف وابستہ رہتا ہے۔ اور ان سے آگے اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ مومن اسباب کی اہمیت کا قائل ہے مگر انہی کو سب کچھ نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک اصل طاقت کا مالک خالق اسباب (یعنی سبب الاسباب) ہے۔ جس نے اسباب کو اسباب بنایا۔ وہی اپنی حکمت و مشیت کے مطابق اسباب کو مخصوص طاقت و تاثیر عطا فرماتا ہے اور جب چاہے یہ طاقت و تاثیر سلب فرما لیتا ہے۔ مثلاً آگ جلاتی ہے اور تلوار کاٹتی ہے۔ ملحد کے نزدیک آگ کو جلانے سے اور تلوار کو کاٹنے سے روکنے والی کوئی طاقت نہیں مگر مومن آگ اور تلوار کے جلانے اور کاٹنے کو حتمی نہیں سمجھتا، اس کے ایمان کے مطابق جس ذات نے آگ پیدا کی، اسے جلانے کی طاقت بخشی، وہی اسے ناپید بھی کر سکتا ہے اور اس سے جب چاہے، جلانے کی طاقت سلب بھی فرما سکتا ہے یونہی تلوار اور دوسری مخلوق کی صفات اور تاثیرات مستقل اور حتمی نہیں۔ قطعی، یقینی اور حتمی طاقت تو اللہ کے پاس ہے، جو سب کا خالق، مالک حقیقی اور موثر فی الوجود ہے۔

ملحد بیمار ہو، ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق علاج کرائے پھر شفایاب ہو جائے تو سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر اور دوا نے شفا دی اور ڈاکٹر لا علاج قرار دے دیں تو اب اس کے نزدیک شفایابی کی کوئی صورت نہیں۔ بندہ ٔ مومن بھی ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے، علاج کراتا ہے۔ دوا استعمال کرتا ہے۔ مگر اس کا بھروسا علاج و دوا پر نہیں، بلکہ ڈاکٹروں کو پیدا کرنے، انہیں ڈاکٹری کی صلاحیتیں بخشنے والے اور دواؤں کو موثر بنانے والے خدائے واحد و برتر پر ہے۔ ڈاکٹروں کے علاج سے شفایاب ہو جائے تو وہ اسے ڈاکٹروں کا نہیں بلکہ اللہ کا فضل سمجھتا ہے، کیونکہ دواؤں میں اثر پیدا کرنے والا وہی ہے، اور اگر ڈاکٹر لا علاج قرار دے دیں تو مایوس نہیں ہوتا، اس لئے کہ مردوں کو زندہ کرنے والا رب غیر محدود طاقتوں کا مالک ہے۔ ڈاکٹر بے بس ہو گئے تو کیا، خداوند کریم تو قادر مطلق ہے۔

مومن اپنے اسی ایمان کی بنا پر کبھی مایوس نہیں ہوتا، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اللہ کی کبریائی کا یقین اسے نمرود و فرعون کے سامنے جھکنے نہیں دیتا۔ درود و سلام ہوں رحمۃ للعلمین ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر جس نے انسان کو اسباب سے کٹ کر خالق اسباب سے لو لگانے کا سبق دیا اور خدائے بے نیاز (اللہ الصمد) کا بندہ بنا کر اسے بھی دنیا و ما فیہا سے بے نیاز کر دیا ہاں ہاں یہ احسان عظیم ہے اسی محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہ بندے کو اس کے مولا سے ملا دیا۔ وہم و گمان کے سارے بت توڑ کر اسے توحید کے اجالوں اور تقاضوں سے سرشار کیا۔ اب اسے مصیبت سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کسی نازک صورتحال میں اس کے لئے پریشان ہونا زیبا نہیں۔ یہ اپنے پورے یقین و اعتماد سے اپنے رب کو پکارے، اس کے حضور گڑگڑائے، اس کا فضل مانگے، وہ اس کی عاجزی اور گدائی کی لاج رکھے گا۔ گویا یہ بندہ بن کر اپنی بندگی کا ثبوت دے، وہ تو رب ہے ہی، اپنی ربوبیت کا جلوہ دکھائے گا۔ دراصل خود کو ناچار، بے بس، مستحق رحمت سمجھنا ہی بندگی (یعنی عبادت) ہے اور یہی روح دعا ہے۔ دعا گویا اپنی بے چارگی کا اظہار ہے اور جب تک یہ روح موجود نہ ہو، عبادت عبادت ہی نہیں۔ اسی لئے خواجہ کون و مکاں ہادی انس و جاں حضور اصل رحمت و جان عبادت ﷺ نے فرمایا

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

دعا ہی عبادت ہے۔ احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

بندہ کی عزت بندگی (عبادت) سے ہے۔ کیونکہ یہی اس کی وجہ تخلیق ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

(ص ۱ الذریت۔ ۵۶)

ترجمہ: آیت۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا۔ اور عبادت کا مغز دعا ہے، اس لئے ارشاد ہوا۔

لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ

(ترمذی ابن ماجہ، مشکوۃ)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے زیادہ عزت والی نہیں۔

گویا جو اللہ سے دعا نہیں کرتے، عزت سے محروم ہیں، بلکہ وہ رحمت خداوندی کی بجائے غضب کے مستحق ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (ترمذی)

ترجمہ: جو خدا سے مانگتا نہیں (یاد دعا نہیں کرتا) وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اسی لئے محبوب اکرم حبیب معظم ﷺ نے تاکید فرمائی

اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَ مِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ يا عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ (ترمذی، احمد)

ترجمہ: بیشک دعا نفع دیتی ہے اس چیز سے جو اتر چکی (یعنی بلا و مصیبت) اور اس چیز سے جو ابھی نہیں اتری، پس اے خدا کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو۔

ایمان و بندگی اور دعا

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے اس آخری ارشاد پر غور کیجئے، دعا کی تاکید فرماتے ہوئے، اے اللہ کے بندو! فرما کر مخاطب فرما رہے ہیں، گویا بندگی کا تقاضا ہی دعا ہے یونہی پہلی سطور سے ظاہر ہے ایمان کا تقاضا بھی دعا ہے بلکہ عبادت اور دعا ایک ہی چیز ہیں اب یہاں سے یہ بھی سمجھ لیجئے، جس طرح ایمان سب کا ایک جیسا نہیں، عبادت کا ذوق بھی سب میں برابر نہیں، یونہی دعا کا شرف بھی ہر ایک کو یکساں نہیں ملا، جس کا ایمان مضبوط ہے اور جس میں بندگی کا احساس زیادہ ہے اسی کو دعا یا حقیقی دعا (جو ضرور قبول ہو) کی توفیق ملتی ہے۔ دعا بھی ایک فن ہے اور اس کے لئے بھی قدرت مخصوص افراد کو منتخب کرتی ہے۔ گویا جسے اللہ اپنی رحمتوں سے نوازنا چاہتا ہے، دعا کا دروازہ اس کے لئے کھول دیتا ہے۔ چنانچہ حضور رحمۃ للعلمین ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ

(ترمذی شریف، مشکوۃ شریف)

ترجمہ: تم میں سے جس کیلئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اسی کے لئے رحمت کے دروازے کھولے گئے۔

اولیاء اور دعا

یوں تو بندہ مومن دعا کی توفیق سے بہرہ یاب ہوتا ہی ہے (کہ یہ اس کے ایمان اور بندگی کا تقاضا ہے) مگر اولیاء کرام علیھم الرحمۃ والرضوان جو ایمان اور عبودیت میں دوسروں پر فائق ہوتے ہیں، یقیناً ان کی دعا بھی دوسروں کی دعا پر فوقیت رکھتی ہے۔ اسے ایک اور طرح سے بھی سمجھ لیجئے رب فرماتا ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (الاعراف۔ ۵۶)

ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے

گویا اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں "جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کے لئے رحمتوں کے دروازے کھول دیئے گئے" آیت و حدیث کو ملا کر نتیجہ یہ نکلا کہ محسنین (یعنی بندے) دعائے خاص کی دولت سے ہمکنار ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث پاک ہے۔

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ

ترجمہ: تقدیر کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی سوا دعا کے

ظاہر ہے یہ وصف ہماری دعا میں نہیں بلکہ اللہ نے اپنے بندہ مقرب کی دعا کو یہ شان وعظمت عطا کی ہے اسی کے بارے میں اعلان فرمایا ہے:

وَ اِنْ سَئَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَ لَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ ؕ

ترجمہ: اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگے تو ضرور ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور ضرور پناہ دیتا ہوں

اب ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ بخاری شریف کی اس روایت میں اگرچہ بندہ مقرب کی گویا ہر دعا قبول کرنے کا وعدہ ہے مگر قرآن کے بعض مقامات پر ہر شخص کے لئے اس (قبول دعا کے) شرف کا اشارہ ملتا ہے مثلاً

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

ترجمہ: میں دعا قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی جب وہ مجھ سے دعا کرے۔ (البقرہ)

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ المومن ۶۰

اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ یقیناً وہ اپنے وعدے کے مطابق دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہے (اور قبول فرماتا) ہے مگر وہ دعا تو ہو۔ تفصیل سے یہ عرض کرآیا ہوں کہ جس میں جتنا ایمان اور احساس بندگی ہوگا اتنا ہی اسے دعا کا شرف یا توفیق ملے گی یا بالفاظ دیگر وہ اتنی ہی دعا ہوگی۔ جس طرح ہم عوام کی نماز خلوص، خشوع وخضوع سے عموماً خالی ہو کر حقیقی نماز کی بجائے محض صورت کے اعتبار سے نماز ہوتی ہے۔ یونہی ہماری دعا بھی دعا کے اصل تقاضوں سے محروم رہ کر محض صورتاً ہی دعا ہوتی ہے۔ دعا میں جتنی دعائیت ہو گی ضرور قبول ہوگی جیسے نماز میں جتنی توجہ ہوگی مقبول ہوگی۔ حقیقت میں ہم دعا سے آشنا ہی نہیں۔ میں نے ایک بار عرض کیا تھا۔

تم مرا اضطراب کیا سمجھو !!!!
میں ہوں حرف دعا میں الجھا ہوا

دیکھئے قرآن فرماتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل ۔۶۲)

ترجمہ: سو (خدا کے سوا) وہ کون ہے جو ناچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دکھ دور کر دیتا ہے۔

گویا دعا کرنے والے کے لئے مضطر ہونا ضروری ہے اور مضطر کون ہے جسے اپنی بیچارگی کا مکمل احساس ہو۔ کیا ہمیں یہ احساس کما حقہ حاصل ہے؟ اور جب تک یہ احساس کامل نہیں ہوگا، دعا حقیقت میں دعا کیونکر بنے گی۔ اب آئیے حدیث پاک کی طرف دعا قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرمارہے ہیں سب کے غمگسار حضور احمد مختار ﷺ

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ (ترمذی شریف)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ خدا غفلت اور بے پروائی برتنے والے دل کی دعا قبول نہیں فرماتا ایک دوسری حدیث کے دوسرے حصے کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"ایک شخص لمبے لمبے سفر کرتا ہے جس کے بال پراگندہ اور بدن گرد آلود ہے (یعنی اس کی حالت ظاہرہ ایسی ہے کہ جو دعا مانگے قبول ہو) اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام ہے پھر اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی (مسلم شریف، مشکوۃ شریف)

ذرا سوچئے! اس قسم کے ارشادات کی روشنی میں کیا ہماری دعا بھی دعا کہلانے کی مستحق ہے۔

پھر ہم کیا کریں

ایسی صورت میں کہ ہماری دعا دعا ہی نہیں اور قبولیت کے تقاضوں سے بہت دور ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ایک بات تو ظاہر ہے ہمیں رسم دعا ہی نہیں چھوڑ دینی چاہیے بلکہ حلال وحرام کی تمیز کر کے حلال اختیار کرنا چاہیے اور حرام سے بچنا چاہیے۔ پھر اپنے اندر اخلاص، عجز وانکسار اور بیچارگی کا احساس پیدا کرنا چاہیے اور پورے یقین اور توجہ سے دعا مانگنی چاہیے (جیسا کہ احادیث شریفہ سے مستفاد ہے) دوسرے وہ حضرات جن کی دعا قبول ہوتی ہے (اور کتاب وسنت میں بھی ان صفات کی نشاندہی ہو چکی ہے) ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرانی چاہیے بلکہ ان کی صحبت وخدمت سے ہمیں دعا کرنے کا فن سیکھنا چاہیے قبول دعا کے جن تقاضوں کا ذکر اوپر آیا ہے ان کا حصول بھی اولیائے کرام کی صحبت ہی سے ممکن ہے۔ ہماری غفلت غرور وتکبر حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنا نفسانیت کی بنا پر ہے۔ اور نفس کا علاج بقول مولائے روم علیہ الرحمۃ مرشد کامل کے سائے کے سوا ناممکن ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

آج کل یہ سوال بہت پھیلایا جا رہا ہے کہ جب خدا سب کچھ دیکھتا سنتا ہے اور خود فرماتا ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق۔۸۶)

رب انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے تو کسی اور سے دعا کے لئے کہنا اور دور دور چل کر بزرگوں سے دعا کرانا کس لئے؟

جواباً عرض ہے کہ یقیناً ہمارا خدا سمیع وبصیر (ہر شے کا دیکھنے سننے والا) ہے اور اپنے علم وقدرت کے ساتھ سب سے حتی کہ شہ رگ سے بھی قریب ہے مگر

افسوس اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کے سبب ہم اس سے دور ہیں ،بقول حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

یار نزدیک تراز من بمن است

وے عجب بیں کہ من ازوے دورم

ترجمہ: میرا یار مجھ سے بھی میرے زیادہ قریب ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ میں پھر بھی اس کے قرب سے محروم ہوں ،ہم اس کے مقرب ہوتے تو ہمارا بھی وہی حال ہوتا جو اس نے اپنے بندہ مقرب کا بیان فرمایا ہے یعنی کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا (بخاری شریف)

ترجمہ: میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے

(اس کے آگے وہ الفاظ ہیں ۔ جو اوپر ترجمہ سمیت آ گئے ہیں یعنی وان سلنی۔۔۔۔۔)

مزید اطمینان کے لئے ایک طویل حدیث کا ترجمہ حاضر خدمت ہے:

حضرت اویس قرنی ؓ کی دعا

حضرت اسیر بن عمرو اور بقول بعض حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یمن سے امدادی جماعتیں آتیں تو آپ ان سے پوچھتے کیا تمہارے درمیان اویس ابن عامرؓ موجود ہیں؟ حتیٰ کہ آپ حضرت اویس کے پاس پہنچے تو ان سے پوچھا کیا آپ اویس بن عامرؓ ہیں؟ عرض کی ''ہاں'' فرمایا ''کیا تم برص کی بیماری میں مبتلا تھے اور اس سے تمہیں شفا حاصل ہوگئی ہے سوا درہم بھر جگہ کے؟'' عرض کی ''ہاں'' فرمایا ''کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟'' عرض کی ''ہاں'' فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا۔

یَاتِیْ عَلَیْکُمْ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْیَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ کَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَءَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ یَسْتَغْفِرَ لَکَ فَافْعَلْ ہ

(تمہارے پاس یمن کی امدادی جماعتوں میں قبیلہ مراد کی شاخ قرن کا ایک شخص اویس بن عامر آئے گا۔اسے برص کی تکلیف تھی جس سے وہ شفایاب ہوگیا ،سوا درہم بھر جگہ کے ۔اس کی ماں بھی ہے جس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہے اگر وہ (اویس) اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری فرمائے گا۔اگر تیرے لئے ممکن ہو کہ اس سے بخشش کی دعا کرائے تو ضرور ایسا کر) لہذا آپ میرے لئے بخشش کی دعا کریں تو انہوں نے دعائے مغفرت کر دی۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ عرض کی ''کوفہ'' فرمایا کیا تمہیں کوفے کے گورنر کے نام خط نہ لکھ دوں؟ عرض کی ''مجھے عام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے۔''

یہ مسلم شریف کی روایت کا پہلا حصہ ہے اور اس سے ہمارا مقصود حاصل ہوگیا تاہم باقی روایت کے مطابق اگلے سال ایک باحیثیت آدمی نے حج کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو آپ نے حضرت اویس کے بارے میں پوچھا۔اس نے عرض کی ''میں اسے تنگدستی اور غربت کی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔'' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مندرجہ بالا حدیث پاک سنائی، وہ شخص بھی (واپس جا کر) حضرت اویسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کرنے لگا میرے لئے استغفار کیجئے۔آپ نے فرمایا تم ابھی نیک سفر سے آئے ہو، اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو پھر انہوں نے پوچھا کیا تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ہو؟ بولا ہاں تو انہوں نے اس کے لئے بخشش مانگی (اس سے) لوگ آپ کی شان سمجھ گئے تو آپ کا جس طرف جی چاہا، تشریف لے گئے۔

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس قرنیؓ کے ایک بے ادب کو بھی حضور اکرم ﷺ کا فرمان سنایا جس میں قریب قریب یہی الفاظ ہیں آخر میں ہے:

فَمَنْ لَقِیَهُ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ

(یعنی تم میں سے جو بھی اویس سے ملے اس سے بخشش کی دعا کرائے)

اسی کی تیسری روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک ﷺ کی حدیث پاک یوں سناتے ہیں

اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اُوَیْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَ کَانَ بِهٖ بَیَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ

ترجمہ: بیشک تابعین میں سے بہترین اویس نامی ایک آدمی ہے اس کی والدہ بھی ہے اور اسے برص کا مرض بھی تھا اسے کہو کہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کرے۔

ذرا خیال فرمائیے وہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی بخشش کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا انہیں کس وضاحت سے سرکار دوعالم ﷺ خیر التابعین حضرت اویس قرنیؓ کا پتہ بتا کر ملنے اور بخشش کی دعا کرانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔اور خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس اہتمام سے اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی ترغیب دی۔

دوسروں سے دعا کرانا بالخصوص وہ جن کی دعا رد نہیں ہوتی خود سرور کائنات ﷺ کی اپنی سنت ہے حضرت مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

آں شنید ستی کہ فخر انبیا!
او ز مسکیناں ہمی جستے دعا

ترجمہ: اور تو نے سنا کہ حضور فخر انبیا ﷺ مسکینوں سے دعا کرایا کرتے تھے۔

چنانچہ یہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِی الْعُمْرَۃِ فَأَذِنَ لِیْ وَ قَالَ لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ فَقَالَ کَلِمَۃً مَّا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِھَا الدُّنْیَا ہ

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرما دی اور فرمایا اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے یہ کلمات ایسے ہیں کہ اگر ان کے بدلے ساری دنیا مجھے مل جائے تو بھی مجھے پسند نہیں۔

ابوداؤد نے اسے حدیث صحیح اور ترمذی میں حدیث حسن صحیح فرمایا فرمائیے کیا اب بھی تسکین نہیں ہوئی۔

غوث صمدانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ الصمدانی کی دعا و توجہ کے اثرات و برکات

اب آیئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی دعا و توجہ کے اثرات و برکات کی طرف۔ آپ نے گزشتہ تمہیدی گزارشات میں ملاحظہ فرمالیا کہ بندہ مومن جوں جوں خالق اسباب کے قرب کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے، اسباب سے بے نیاز بلکہ بالاتر ہوتا جاتا ہے۔ اس کا آسان اور تجرباتی ثبوت اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی خداداد قوتیں، ان کے حیران کن تصرفات اور ان کی دعا و توجہ کے اثرات و ثمرات ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت میں اس آسان اور تجرباتی ثبوت کو بڑا دخل ہے اور یہ یقیناً خداد نبی (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی اور قرآن و اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل ہے۔ جب حضور غوث پاک، داتا صاحب، حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہم الرضوان جیسے بزرگان دین کے کمالات بیان کئے جائیں تو بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا اس دور میں بھی کوئی ایسی شخصیت موجود ہے جس کے تصرفات وغیرہ کو دیکھ کر دل مطمئن ہو جائے اور اسلام کا ماضی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔ حضرت نقش لاثانی قدس سرہ کے اثرات دعا یہاں بیان کرنے سے اس سوال کا جواب بھی آپ کو مل جائے گا کہ اگر قرآن وہی ہے اور اس کی برکات وہی ہیں، دین وہی ہے اور دین کے فوائد وہی ہیں تو یقیناً آج بھی ایسے مردان کامل موجود ہیں جو دعا سے تقدیر بدل سکتے ہیں، جو توجہ سے دل و دماغ کی کایا پلٹ سکتے ہیں اور جو نظر کرم سے دامن مراد بھر سکتے ہیں۔

ابھی سب کچھ ہے محبت کے خریداروں کو!!!!
حسن یوسف بھی ہے اور مصر کا بازار بھی ہے

حضور نقش لاثانی کی دعا و توجہ کے اثرات کے ضمن میں یہاں صرف ایسے واقعات ہی بیان کئے جائیں گے جن کے بارے میں عقل انسانی دوٹوک فیصلہ دے سکے کہ یقیناً عام انسانی کوشش سے ایسے مسائل حل نہیں ہو سکتے تھے انہیں اللہ ہی نے حل کیا اور اس کے فضل و رحمت کا وسیلہ بندہ کامل کی دعا و توجہ بنی۔ سب سے پہلے میری اپنی آپ بیتی ہوگی پھر دوسرے احباب کی شہادتیں۔

1: تقریر اور مقدمہ

(مصنف کی کہانی) چند سال پیشتر (۱۹۷۵ء کے لگ بھگ) شکر گڑھ میں ایک مجسٹریٹ متعین تھا جو رافضی تھا۔ اسے مجھ سے خدا واسطے کا بیر تھا، بظاہر اس کی وجہ یہ نظر آتی تھی کہ میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر اپنے مذہب کے مطابق کرتا تھا اور اسے یہ برداشت نہ تھا (کہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی دوستی اور باہمی مہر و محبت کے سچے واقعات سنائے جائیں) سوشلسٹ حضرات بھی مجھ سے سخت بیزار تھے غالباً ان سب نے اکٹھے ہو کر مجھے پریشان کرنے کی ٹھان لی۔ میں نے رمضان المبارک کے ایک خطبہ جمعہ میں تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کی عظمت بھی ہوا قرب للتقوی (یعنی عدل تقوی سے زیادہ قریب ہے سورۃ مائدہ) کے الفاظ سے بیان فرمائی ہے اور حکم یہ ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز بے انصافی کا مجرم نہ بنا دے۔ آج ہم عدل و انصاف کے بجائے برادری پیشہ یا کوئی اور ایسا تعلق ملحوظ رکھتے ہیں۔ کوئی راجپوت برا کرے تو راجپوت اس کا ساتھ دیں گے۔ گوجر گناہ کرے تو باقی گوجر اس کی حمایت کریں گے۔ استاد غلطی پر ہو تو اساتذہ اسے ٹوکنے کی بجائے اس کے ہمنوا بن جائیں گے اور وکیل غلط کرے تو وکلا اس کی وکالت کریں گے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ مقدمہ بنانے والوں نے یہ گھڑ لیا کہ سب جج حرام کھاتے ہیں اور سب وکیل جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی منصوبہ بنایا کہ عین خطاب جمعہ کے وقت اس سے پیشی کے لئے دستخط کرائے جائیں تاکہ غصے میں آ کر آ سی سخت الفاظ کہے جو قانون کی زد میں آتے ہوں اور پھر نیا مقدمہ بنایا جائے۔ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی کرامت دیکھئے کہ مجھے آپ نے لاہور بھیج دیا تھا اور خطبہ جمعہ بھی میرے

برادر طریقت ڈاکٹر محمد ادریس اللہ بھٹی صاحب نے دیا۔ گویا پہلی سازش تو یوں ناکام ہوئی۔ دو تین دن کے بعد میں واپس آگیا صورتحال سے آگاہی ہوئی اور حضور قبلہ عالم نقش لاثانی علیہ الرحمۃ سے دعا کرائی۔ آپ نے فرمایا انشاءاللہ ٹھیک ہوگا اپنے دعوی میں انہوں نے میرے خطاب جمعہ کی جو تاریخ لکھی تھی غلط تھی۔ مجسٹریٹ نے اپنے انصاف کا ڈھونگ رچاتے ہوئے اس مقدمے کو خارج کر دیا۔ اب آپس کے صلاح مشورے سے انہوں نے دوہرا اور دوسرا مقدمہ تیار کیا یعنی ایک اسی مجسٹریٹ کے پاس اور ایک جج صاحب کے ہاں ،انہوں نے تو پہلی تاریخ پر ہی خارج کر دیا۔ مجسٹریٹ چونکہ بدلہ لینا چاہتا تھا اس لئے اس نے مقدمہ جاری رکھا۔ مقدمہ دائر کرنے والا بھی وکیل تھا اور اس کا حمایتی ایک اور وکیل تھا۔ دوسرے وکیل کے کاغذات جعلی ثابت ہوئے اور اس کی وکالت خلاف قانون قرار دی گئی (پھر دوبارہ دو تین سال کے بعد وہ کہیں امتحان پاس کر کے کوئی چھوٹا موٹا اٹارنی بنا) مجسٹریٹ نے کچھ عرصہ پریشان کر کے آخر باعزت بری کر دیا اور کچھ عرصہ بعد اس سے بھی بعض اختیارات سلب کر لئے گئے بریت کی خبر جناب حسن نظامی ایڈووکیٹ لے کر دربار شریف حاضر ہوئے تو اسی روز یہاں ٹیوب ویل بھی جاری ہوا گویا دربار شریف دوہری خوشی پر بارگاہ خداوندی میں شکر ادا کیا گیا۔

قابل ذکر بات یہی ہے کہ ایک شخص جو چند سال سے بے خوف و خطر وکیل بنا ہوا ہے اور اس کے وہم و گمان میں بھی پکڑے جانے کا خدشہ نہیں تھا آخر اچانک ایسا کیوں ہوا خواجہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با درد کشاں ہر کہ در افتاد، بر افتاد

انہی دنوں مجھے سکول سے کالج پہنچا دیا گیا۔ ایک ہی وقت یہ ترقی اور وہ تنزل سامان حیرت ہے۔ چوہدری سکندر حیات پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور فرمایا کرتے تھے کہ یہ (PROMOTION) ترقی اور (DEMOTION) تنزل یقیناً عجیب ہے۔

دوسری پوزیشن

(مصنف کی کہانی) ۳۰ اپریل ۱۹۵۶ء کو میرے والد ماجد فوت ہوئے (جو حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے مزار انور سے چند فٹ کے فاصلے پر جنوب کیطرف آسودہ خواب ہیں۔ ایک ماہ بعد میٹرک کا رزلٹ آیا اور حسب ارشاد میں نے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں داخلہ لے لیا (میری رہائش وغیرہ کا بندوبست بھی حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ ہی نے کیا) سال اول کا نتیجہ نکلا تو میرے فرسٹ آنیکا اعلان کیا گیا (میرے ۴۹۱/۶۵۰ نمبر تھے) دربار شریف حاضر ہوا اور سلام عرض کر کے نتیجے کی مبارکباد عرض کی۔ حضور اپنے پروردہ نگاہ ایک یتیم بچے کی کامیابی پر بہت مسرور ہوئے اور دیر تک الحمد للہ کہتے رہے۔ سگ بارگاہ نے عرض کیا حضور اگر اگلے سال ایک نمبر زیادہ آ جائے تو بورڈ میں فرسٹ یا سیکنڈ آنے کی توقع ہے (یوں التجا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے ایک سال قبل سیالکوٹ کا ایک طالب علم ۴۹۲ نمبر لے کر بورڈ میں سیکنڈ آیا تھا) حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا اللہ کے لئے یہ کب مشکل ہے بات آئی گئی ہوئی۔

سال دوم کا (بورڈ والا) امتحان قریب آیا تو میں بخار اور درد وغیرہ میں مبتلا ہو گیا۔ نہایت دردناک قسم کا عریضہ دربار شریف ارسال خدمت کیا (کہ مر گیا تو قبر کا امتحان، بچ گیا تو بورڈ کا امتحان اور تیاری کسی کی بھی نہیں) پہلے روز انگریزی کا پرچہ تھا پرچہ ٹھیک ٹھاک دیا۔ باہر نکلا تو سخت بخار (کہ بعض دوستوں نے میری صحت سے مایوس ہو کر میڈیکل سرٹیفکیٹ بھیجنے کا مشورہ دے دیا) اسی روز اگلا پرچہ عربی آپشنل کا تھا۔ پرچہ شروع ہونے سے پندرہ منٹ پہلے بخار اترا اور پرچہ تسلی بخش ہوا۔ چند روز کچھ یہی کیفیت رہی۔ جس دن ریاضی کا پیپر تھا، حضور رات سے سیالکوٹ تشریف فرما تھے۔ صبح زیارت کی تو حضور نے تسلی دی اور تبرک کی لسی عطا فرمائی۔ فارسی کا پرچہ آیا تو حضور اس روز بھی سیالکوٹ جلوہ افروز تھے۔ میں نے جلدی جلدی جوابات مکمل کئے اور بغیر دہرائے حضور کی زیارت کے لئے پہنچ گیا (امتحان کے دوران اعلحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی کتابوں کی وی پی آگئی اور وقت نکال کر انہیں بھی دیکھتا رہا) قریبا دو مہینے بعد نتیجہ آنا تھا۔ حضور ان دنوں شکرگڑھ میں جلوہ گر تھے۔ نتیجے کے دن صبح حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں سلام کیا اور رزلٹ کے بارے میں عرض کیا۔ حضور نے تسلی دی اور رول نمبر بھی لکھوا لیا کہ ہو سکا تو ہم بھی اخبار دیکھیں گے۔ اس دور میں اخبار شکرگڑھ میں گیارہ بارہ بجے کے قریب پہنچتا تھا۔ شکرگڑھ جا کر اخبار دیکھا تو میں ۶۵۰/ ۴۹۲ نمبر لے کر بورڈ میں سیکنڈ آیا تھا اور فرسٹ آنے والا جو گورنمنٹ کالج لاہور کا امیدوار تھا، صرف ایک نمبر زیادہ حاصل کر سکا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ نے رزلٹ سن کر فرمایا ''آنا تو اسی کو فرسٹ تھا مگر جو اللہ کو منظور ہو وہی ہوتا ہے۔ حضور کے اس ارشاد میں یہ اشارہ بھی تھا کہ مانگنے والے نے بھی تو فرسٹ یا سیکنڈ آنے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی (میں اگر صرف فرسٹ آنے کا ذکر کرتا تو شیخ کامل کی دعا سے خداوند کریم یونہی کرتا)

امتحان کے حالات تفصیل سے بیان کرنیکا مقصد یہی ہے کہ یہ رزلٹ اپنی محنت کی بنا پر نہیں بلکہ دعائے شیخ کا نتیجہ تھا۔ امتحان کے دنوں میں شاید قدرت نے بیمار بھی اسی لئے کیا تھا کہ مرشد کامل کے فیضان کا یقین شک وشبہ سے بالاتر رہے۔

تین نوجوان

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی دعا ہمیشہ شامل حال رہی اور سکولوں کالجوں میں تعلیم و تعلیم کے دوران خدائے عزیز و جلیل نے کبھی بے آبرو نہیں ہو

نے دیا۔ تاہم جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں ایک بار حالات پریشان کن صورت اختیار کر گئے۔ ہوا یہ کہ غالباً ۱۹۷۸ء کی ابتداء میں سال دوم کے تین اکھڑ مزاج طالب علم بپھر گئے اور نظم و ضبط کی دھجیاں بکھیرنے لگے۔ بعض اساتذہ نے بھی انہیں سمجھایا مگر بے سود۔ پرنسپل صاحب بھی (جو خود کو مرد آہن سمجھتے تھے) ناکام رہے۔ ان تین کے سرغنے کے بھائی کو بلایا گیا اور اس نے ندامت کا اظہار کیا اور معافی مانگی مگر خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ میں دربار شریف حاضر ہوا اور یہ صورت حال پیش خدمت کر کے دعا و توجہ کے لئے التجا کی۔ فرمایا ''صبر کرنا، اللہ بہتر کرے گا''۔ تیسرے دن میں نے کلاس روم کی اندر سے کنڈی لگا کر ساری جماعت کے سامنے انہیں سمجھایا تو اسی وقت ٹھیک ہو گئے۔ پہلے کلاس میں باقاعدہ حاضر ہونا انہیں خلاف شان نظر آتا تھا پھر فری ہونے کے دنوں میں بھی مجھ سے پڑھتے رہے۔

فکر و عمل کے زاویے انسان کے بس میں نہیں۔ انہیں ان کا خالق ہی بدل سکتا ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے مقبول بندوں سے دعا کرائی جائے۔ یہاں یونہی ہوا اب پھر پڑھیئے وہ حدیث پاک

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ

تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے

محفل میلاد

جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کی مسجد میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا تھا، کبھی مہینے میں، کبھی دو چار مہینوں میں ایک بار۔ ۱۹۸۴ء میں کالج یونین کے انتخابات میں ایسے نوجوان کامیاب کرائے گئے جنہیں میلاد کی محفل پسند نہیں تھی۔ پرنسپل صاحب نے ایک طالب علم کی زبانی درخواست پر منظوری دے دی مگر بعد میں یونین کے زیر اثر مکر گئے اور درخواست گزار سے صاف صاف کہہ دیا کہ پہلے یونین والوں کو مناؤ پھر محفل میلاد ہوگی مگر وہ ماننے والے تھے ہی نہیں۔ پرنسپل صاحب نے پہلے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق غالباً بغتے کے دن یہ محفل ہوتی۔ وہ دن آیا تو صبح اسمبلی میں ایک بہت بڑے عالم دیوبند کی اقتدا میں جناح پارک میں بارش کے لئے نماز استسقا پڑھنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ اساتذہ اور طلبہ میں وہ سب لوگ جو ذکر نبی ﷺ روکنا چاہتے تھے مسرور و مطمئن تھے اور میں سخت پریشان (حالانکہ محفل میلاد کا مطالبہ نہ میں نے کیا تھا اور نہ مجھ سے پوچھ کر کیا گیا تھا۔ پریشانی صرف یہ تھی کہ میرے گردو پیش ذکر نبی ﷺ روکنے کی سازش کامیاب ہو جائے تو اپنا جینا فضول) ان دنوں میں ہر روز دربار شریف حاضر ہوتا تھا۔ اتفاق سے عزیز محترم غلام سرور صاحب محسن پرنسپل لاثانی آئیڈیل سکول شکر گڑھ بھی اپنے سکوٹر پر کالج آ گئے۔ میں انہی کے ساتھ از حد دل گرفتہ حالت میں حضور قبلہ عالم نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ رات تو کچھ عرض نہ کیا البتہ صبح تہجد کے وقت حسب معمول حاضر ہوا۔ تو حضور نفل پڑھ کر اپنی مبارک چارپائی پر جلوہ فرما تھے۔ چند خدام بھی حجرہ مقدسہ میں موجود تھے۔ میں نے داخل ہوتے ہی آپ کا ایک نعل (جوتا) شریف اپنے سر پر رکھ لیا حضور نے فرمایا ''ہیں، ہیں یہ کیا؟'' میں نے عرض کیا یہ میرے لئے تاج ہے اور یہاں کے کتوں کا ادب کروں۔ یہ میری سعادت ہے۔ مگر جس ماحول میں آپ نے مجھے رکھا ہے وہاں محفل میلاد شریف روک دی جائے یہ میرے لئے موت سے بدتر ہے۔ اس لئے آج یا تو محفل میلاد کیلئے دعا کریں یا میری موت کی۔ حضور نے فرمایا ''محفل میلاد کراؤ، دیکھیں کون روکتا ہے۔؟'' پھر عرض کیا میں نے دوسرے مخصوص اساتذہ کی طرح کبھی کالج کے معاملات میں بھی دخل نہیں لیا اور طلبہ سے بھی عموماً رابطہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی کم از کم حضور اکرم ﷺ کے ذکر پر تو پابندی نہ ہو۔ کالج آیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خوف و ہراس یہاں سے ختم ہو گیا ہے اور در و دیوار مجھ سے مسکرا رہے ہیں۔ کلاس کے دوران میں نے طلبہ سے پوچھا ''کیا تمہیں میں نے کسی کو ووٹ دینے کیلئے کہا'' بولے ''نہیں'' پوچھا ''کیا اگر میں دخل لیتا تو کم از کم اسی فیصد ووٹ میرے کہنے پر نہ ڈالے جاتے'' بولے ''ضرور'' پھر کہا اب پانی سر سے گزر گیا ہے لوگوں نے محفل میلاد روکنے کی کوشش کی مجھے جہاں سے منظوری لینی تھی، لے آیا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ بولے ''ہوگی اور ضرور ہوگی'' دوسری کلاس میں گیا تو وہاں بھی یہی سوال و جواب ہوئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کچھ اساتذہ تو ان نوجوانوں کے گائیڈ تھے۔ اکثر اساتذہ محتاط و پریشان حتیٰ کہ پرنسپل صاحب بے اختیار ہو کے رہ گئے تھے ان کے دفتر میں بعض بعض کو پیٹتے مگر پوچھنے والا بلکہ چھڑانے والا کوئی نہ تھا۔ اس حال میں عام طلبہ کا جو حال ہو سکتا ہے خود اندازہ کیجئے۔ آج طلبہ نے یوں للکار کر میری تائید کی تو گویا نگاہ مرد مومن سے تقدیریں بدل گئی تھیں۔

طلبہ سے فارغ ہو کر میں پروفیسر غلام عباس قریشی شہید سے ملا یہ صاحب یوں لگتا تھا جیسے جنمی کے نہیں ایمان کے بنے ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ ''دعا حضرت سے کرا آیا کرو، پھر مجھے کام بتا دیا کرو۔ یہ نہ سوچا کرو کہ کیسے ہوگا'' میں نے ان سے ساری روداد بیان کی۔ سنتے ہی گرم ہو گئے۔ پرنسپل صاحب کو کلاس کی کاروائی معلوم ہو چکی تھی، انہوں نے میری بجائے قریشی صاحب کو بلا کر میری شکایت کی۔ قریشی صاحب اپنے عاشقانہ و مجاہدانہ انداز میں ان کے پیچھے پڑ گئے۔ آخر ایک گھنٹے کے سرد و گرم (ایک طرف سے سرد دوسری طرف سے گرم) مذاکرے کے بعد پرنسپل صاحب نے دوبارہ محفل میلاد منعقد کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ہاں وقت ٹالنے کے لئے یہ بہانہ کیا کہ محفل میلاد نہایت شان و شوکت سے منائی جائے گی، اس کے لئے دعوت نامے شائع کئے جائیں گے اور معززین بلائے جائیں گے، ایک دو بار تاریخ کا تعین کر کے پھر ملتوی کر دیتے۔ آخر ایک دن حضور فرمانے لگے ''اس جمعرات کو محفل کرا لینا'' میں نے کالج میں اعلان کر دیا اور قریشی صاحب سے عرض کر دیا

کہ حضور نے یہ دن مقرر فرمایا ہے طلبہ کو بھی بتادیا کہ اسے ملتوی نہیں کیا جائے گا (انشاء اللہ) اگلے روز دربار شریف صاحبزادہ سعید الرشید عباسی سلام کرنے آئے تو انہیں بھی محفل میلاد میں خطاب کی دعوت دے دی۔

مقررہ تاریخ آئی تو میں نے اپنے بھانجے محمد عطاء الحق اور عزیز القدر محمد نسیم قمر کو صبح کالج لگتے ہی مسجد میں بھیج دیا کہ صفیں درست کریں اور لاؤڈ سپیکر کو ٹیسٹ اور سیٹ کریں۔ موسم ابر آلود تھا اور دن بھی جمعرات کا، جب کالج میں حاضری اکثر کم ہوتی ہے مگر آج طلبہ کالج کے لئے نہیں بلکہ ذکر حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے نزدیک و دور سے آئے تھے۔ تلاوت و نعت کے ساتھ آغاز ہوا اور جید علماء نے جی کھول کر فضائل سرکار مدینہ ﷺ بیان کئے۔ عباسی صاحب کی تقریر جان تقریب تھی۔ میں نے اسی روز دربار شریف سے آتے ہوئے بس میں چند شعر موقع کی مناسبت سے موزوں کئے تھے، جو محفل میں سنائے گئے۔ آیئے، آپ بھی ان سے لطف اندوز ہوں (ان سے حالات کا اندازہ کرنے میں مزید مدد ملے گی) حافظے میں جو اشعار محفوظ ہیں درج ذیل ہیں۔

جگمگ جگمگ ساری محفل ذکر نبی ﷺ کی برکت سے!!
آؤ اپنے دامن بھر لو، عشق نبی ﷺ کی دولت سے!!
بے ان کے ہم کچھ بھی نہیں تھے بے ان کے ہم کچھ بھی نہیں
سب کچھ پاس ہے سب کچھ ہیں ہم ایک نبی کی نسبت سے
عشق نبی ﷺ والوں سے پوچھو، تخت سے تختہ بہتر ہے
کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے، اس اعزاز شہادت سے!!!
عشق نبی ﷺ نے کیا کیا قوت بخشی ہم کمزوروں کو!!
بزم جہاں میں لوگ ہمارا منہ تکتے ہیں حیرت سے!!
وقت کے فرعونوں سے کہہ دو جو جی چاہے کر گزرو!!
ہم نہ ڈرے ہیں، ہم نہ ڈریں گے طوفانوں کی شدت سے
آسی! ہم نذر جاں لے کر سوئے مدینہ چلتے ہیں!!!!
شاہ لاثانی کا صدقہ کریں قبول وہ رحمت ﷺ سے!!!!

آپ پیچھے دیکھ آئے ہیں، جس روز پہلے محفل میلاد کا انعقاد ہونا تھا، اسی روز جناح پارک میں نماز استسقاء پڑھی گئی اور یہ سلسلہ چھ دن جاری رہا۔ اس کا اثر ظاہراً یہ تھا کہ بادل صبح سویرے رونما ہوتے تھے۔ نماز کے بعد وہ بھی اڑ جاتے تھے۔ نیز اس پس منظر میں کہ ڈیڑھ دو مہینے سے بارش کا انتظار تھا، محفل میلاد شریف کے ایک مقرر نے نہ جانے کس جوش میں کہہ دیا۔

اگر ہمارا نبی ﷺ سے غلامانہ ربط ہے تو آج بارش ضرور ہوگی۔

تقریب بخیر و عافیت صلوۃ و سلام اور تقسیم تبرک پر ختم ہوئی، بعد میں سنا کہ روکنے والے بڑے پیچ و تاب کھاتے رہے، کوئی آگے بڑھتا، کوئی اسے تھامتا مگر مسجد ان سے "پاک" رہی۔ سنا ہے پرنسپل صاحب کو بھی دفتر میں دھمکایا گیا مگر انہوں نے بھی صاف صاف جواب دیا "میں کوئی کافر نہیں کہ حضور ﷺ کا ذکر روکنے کی کوشش روں۔ آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں"

معمول کے مطابق دربار شریف حاضر ہوا تو راستے میں بارش ہو رہی تھی اور یہاں آکر معلوم ہوا حضور نے سب درویش اکٹھے کئے۔ انہیں خوب انعامات سے نوازا اور فرمایا، بارش کے لئے "دعا کرو" آج بارش ہونی چاہیے۔

چند روز بعد "مانعین" نے سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنالیا گویا یہ ان کی طرف سے جوابی کارروائی تھی۔ مگر تاریخ مقررہ سے دو دن قبل سارے پاکستان میں کالج یونینز پر پابندی لگ گئی۔ مقررہ دن آیا تو کالج ہال پر تالا تھا اور وہ سیرت کانفرنس کی بجائے ضیاء الحق کو گالیاں دے رہے تھے۔

تھوڑے عرصے بعد کالج میں ایک دوسرا انقلاب بھی آگیا ذکر نبی ﷺ روکنے والوں کا زور ٹوٹ گیا اور ذکر نبی ﷺ کرانے والوں کا غلبہ ہو گیا، سچ عرض کیا اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا !!!!!

وہ ہولناک حالات جن کا نہایت ناتمام نقشہ میں نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان کو مکمل طور پر بدلنا، عقل عقدہ کشا کے بس کا کام نہیں تھا یقیناً اللہ نے بدلا کہ وہی قادر مطلق ہے مگر میری، آپکی دعا سے نہیں، قطب عصر، غوث زماں، قیوم دوراں حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی دعا سے اور ایسا انقلاب خود ان کے قطب و غوث و قیوم ہونے کی دلیل ہے۔ ایک ادارے میں شرارت ہو اور پورے ملک میں بین لگ جائے ہرگز معمولی بات نہیں۔

چھوٹی موٹی رکاوٹیں اس سے پہلے بھی آتی رہیں اور وہ بھی حضور نقش لاثانی کی توجہ سے دور ہوتی رہیں البتہ یہ صورت حال ناقابل بیان حد تک تندو تلخ تھی (اس لئے صرف اسی کا ذکر کیا) محفل میں جو خطابات ہوئے اور جو میں نے نعت تازہ سنائی، یوں محسوس ہوتا تھا ہر کہیں حضور کی دعا کا فیض شامل ہے۔

اولاد سلامت

محمد طاہر ولد ولد عبد الغنی (ساکن اریاں) بیان کرتے ہیں۔

ہمارے پڑوسی غلام فرید صاحب (جو اپنے بھائی مرزا سلطان سمیت دربار شریف کے خاص خادم ہیں) کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا، جلد مرجاتا کئی بار ایسا ہوا چنانچہ دونوں بھائی دربار شریف حاضر ہو کر بہت روئے۔ حضور نے سارے مجمع سے دعا کرائی۔ اس کے بعد ان کے سب بچے بخیر و عافیت ہیں۔

مقدمہ

انہی کا بیان ہے۔

ہمارے بابا رمضان صاحب نے اپنے ہمسائے محمد حسین صاحب سے کچھ زمین بیچ لی۔ بعد میں ہمارے خلاف مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ ہم حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے کرم فرمایا اور فیصلہ ہمارے حق میں ہوگیا۔ محمد حسین صاحب نے اپیل کر دی۔ میرے والد صاحب اور چچا جان منیر بیگ پھر دعا کے لئے دربار شریف حاضر ہوئے اور حضور نے دعا فرما دی۔ فیصلے کی تاریخ آئی تو دونوں پھر دربار شریف حاضر ہوئے اور دعا چاہی۔ حضور نے فرمایا، میں نے کیا فلاں دن تمہارے لئے دعا نہیں کر دی تھی۔ اب جلدی جاؤ، کہیں آواز نہ پڑ جائے۔ پھر جلالی انداز میں فرمایا، اگر فیصلہ تمہارے حق میں نہ ہوا تو میری زمین میں ہل چلا لینا، چنانچہ ان کے پہنچتے ہی آواز پڑ گئی۔ یہ دونوں اندر چلے گئے محمد حسین صاحب دیر سے پہنچے، جج نے کہا "محمد حسین! میں تو تمہارے حق میں لکھتا ہوں "بیع ٹوٹ گئی مگر لکھا جاتا ہے بیع نہیں ٹوٹ سکتی"۔ چنانچہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگیا۔

بعد میں محمد حسین صاحب نے دیر سے آنے کی وجہ بتائی کہ عدالت کے دروازے پر ایک بابا تھا جو مجھے اندر جانے نہیں دیتا تھا۔ پھر جب وہ (محمد حسین صاحب) دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمانے لگے، یہی اس دن اندر نہیں جانے دیتے تھے اور انہی نے جج سے میرے خلاف لکھوایا تھا۔

ٹیوب ویل

یہی بیان کرتے ہیں:

"ہمیں انجن لگوانا تھا مگر مختلف ماہرین نے بتایا کہ یہاں تو نکلے کیلئے پانی نظر نہیں آتا، ٹیوب ویل کے لئے (پانی) کہاں سے آئے گا۔ ہم نے دربار شریف حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور نقش لاثانی نے فرمایا "جہاں بھی بور کرو گے، خدا کے فضل و کرم سے پانی آ جائے گا"۔ اب اجازت سے بور کیا تو الحمد اللہ بہت زیادہ پانی آیا۔ پھر چند روز بعد ہمارے چچا نے اس کا آدھا حصہ غلام فرید صاحب کے ہاتھ بیچ دیا، باقی حصہ ہم بیچنا چاہتے تھے مگر کوئی خریدار نہیں تھا کافی تگ و دو کے بعد بھی ہم ناکام رہے تو میرے ابا جی اور بھائی محمد صالح دعا کے لئے دربار شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے حاضرین کے ساتھ دعا مانگی اور یہ واپس آ گئے۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ ہمارے ہاں محمد منشی صاحب (ایک پڑوسی) آ گئے اور مبلغ ۱۰۰۰۰ میں سودا ہوگیا۔

تین سال بعد دوبارہ نیا انجن خریدنے کی دعا کرانے دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور نے پھر مجمع حاضرین کے ساتھ دعا مانگی اور جلد ہی ۹۵۰۰ میں کام بن گیا"

لاعلاج شفایاب

یہی راوی ہیں

میرے ابا جی بیمار تھے۔ کافی علاج معالجے کے بعد حضور نقش لاثانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "آقا! ابا جی کو پانچ مہینے سے بخار ہے" فرمایا، اللہ رحم فرمائے گا، چار دن بعد بخار اتر گیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ بیمار پڑ گئے۔ اب پیچش تھی جس سے ڈاکٹر عاجز آ گئے اور پکار اٹھے کہ یہ لاعلاج ہے اور چند روز تک ختم ہو جائے گا۔ میں پھر دربار شریف حاضر ہوا اور ڈاکٹروں کا فیصلہ عرض کیا۔ حضور نے فرمایا، کیا ڈاکٹر خدا ہو گئے ہیں۔ جاؤ اللہ رحم فرمائے گا۔ چنانچہ تیسرے دن ابا جی نے لیموں کی سکنجبین پی لی اور ٹھیک ٹھاک ہو گئے"

دل پھیر دیئے

انہی سے روایت ہے

"ایک بار میرے والد ماجد مہینہ بھر بیمار رہے۔ میں نے دربار شریف حاضر ہو کر شفا کے لئے بھی دعا کی التجا کی نیز یہ بھی شکایت کی کہ گاؤں کے لوگ عیادت کے لئے بھی نہیں آئے (اور چند اشخاص کا ذکر بھی کر دیا) واپس گھر پہنچا تو یہ سب حضرات عیادت کے لئے بیٹھے ہوئے تھے اور والد صاحب بھی اگلے دن صحت یاب ہو گئے۔

کریم آقا

صوفی غلام علی صاحب نشتر آبادی بیان کرتے ہیں

"۱۹۵۰ء میں بندہ کا بھانجا مسمی ظفر اللہ بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹری علاج کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر تمام علاج چھوڑ دیئے۔ پھر بھی جب اسے حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لیجانے کی بات کرتے تو یہی کہتا کہ "مجھے علی پور شریف لے چلو" بار بار یہی دہائی دیتا مجھے حضرت صاحب کی خدمت میں لے چلو۔ کمزوری اس قدر تھی کہ ڈر تھا کہیں راستے ہی میں دم نہ دے جائے۔ چنانچہ چند روز بعد وہ دنیا سے کوچ کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۰

"قریباً" ہفتہ بعد ایک شخص اچانک پیغام دیا کہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی لاہور سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ بھوپالوالہ (اڈہ بس) پر اتریں گے اور یہیں غازی پور تشریف لائیں گے۔ نیز حضور کچھ علیل بھی ہیں۔ لہذا سواری کا بندوبست بھی ہونا چاہیئے۔ ہم غلام حسب پیغام اڈے پر پہنچ گئے۔ حضور تشریف لے آئے اور گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ گاؤں کا قبرستان آیا تو گھوڑی سے اتر کر ظفر اللہ کی قبر کی جانب تشریف لے گئے اور دیر تک پڑھتے رہے۔ گاؤں کے نمبردار محمد رفیق صاحب نے عرض کیا۔ بابا جی! یہ بچہ آپ کو بہت یاد کرتا رہا۔ حضور نے جواب ارشاد فرمایا "اسی کی یاد تو لے آئی، ورنہ کوئی پروگرام نہیں تھا" رات آپ غازی پور ہی میں قیام فرما رہے۔ کھایا پیا کچھ نہیں۔ صبح سویرے سواری تیار رکھنے کا حکم ہوا۔ پھر اس زمین پر جہاں اب نشتر آباد ہے کافی دیر تک چارپائی پر بیٹھے رہے اور بار بار فرماتے رہے، اس گاؤں پر

سخت زوال ہے۔ دعا کرو اللہ خیر فرمائے، چندروز بعد ۱۹۵۰ء کا سیلاب عظیم آیا جس سے اردگرد کے علاقے میں کافی جانی و مالی نقصان ہوا مگر آپ کی دعا و توجہ کی برکت سے غازی پور تقریباً محفوظ رہا اور آپ کے قدم مبارک کی برکت سے غازی پور سے ایک میل کے فاصلے پر، جہاں آپ تشریف فرما رہے، موجودہ نشتر آباد آباد ہوا۔

سایہ نکل گیا

حکیم پیر سید محمد شفیع مدظلہ بلے والا ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں۔

''میری بیوی کا بھانجا سخت بیمار ہوگیا۔ اپنے مکان واقع ونیہ والا (شہر گوجرانوالہ) سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ اس کے بقول باہر جاتے اسے مار پڑتی تھی، چنانچہ کوئی کام کاج کرتا نہ نماز پڑھتا۔ روٹی کھانے اور غسل کرنے سے بھی بچتا تھا۔ از حد دبلا پتلا اور کمزور ہوگیا۔ حکیموں، ڈاکٹروں اور تعویذ گنڈے والوں کو دکھایا مگر بے سود۔ آخر دو ماہ بعد اس کی والدہ نے مجھ سے اسے اپنے پیر صاحب کے پاس علی پور شریف لے جانے کی استدعا کی۔ میں نے ''ہاں'' تو کرلی مگر ڈرتا تھا۔ کہ جو گھر سے قدم باہر نہیں نکالتا، اتنی دور کیوں کر جائے گا عجب یہ کہ اسی تذبذب میں اسے دربار شریف چلنے کو کہا تو فوراً مان گیا اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور مسجد کے سامنے کی نشیبی جگہ میں جلوہ افروز عرس مقدس جو چند روز بعد منعقد ہونے والا تھا کے انتظامات میں مصروف تھے۔ شرف قدم بوسی کے ساتھ ہی میں نے نہایت اختصار سے اس کی بیماری کا تذکرہ کیا۔ حضور نے اس کو حکم دیا کہ یہ اینٹیں روڑے ادھر سے اٹھا کر ادھر جمع کرتے جاؤ۔ وہ تعمیل کرتا رہا اور حضور بغور دیکھتے رہے۔ فارغ ہوا تو اجازت لی اور واپس آگئے۔ راستے میں وہ بار بار کہتا رہا کہ خالو جی! ہم کیوں آئے تھے، حضرت صاحب نے تو کچھ کیا نہیں۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔ جب ڈسکہ میں نہر کا پل عبور کیا تو چونک کر بولا، خالو جی! اس نے تو نہر میں چھلانگ لگادی ہے اور مجھے چھوڑ دیا ہے'' میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگا جس نے مجھے پکڑا ہوا تھا، چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اسی دن سے یہ عزیز بالکل ٹھیک ٹھاک اور خوش و خرم ہے، دیکھئے میرے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ النورانی نے بظاہر کچھ بھی نہیں کیا اور پھر بھی سب کچھ کر دیا''

مشکل جلدی حل ہو گئی

انہی شاہ صاحب کا بیان ہے

'' حضور نقش لاثانی قدس سرہ قصبہ اگوکی ضلع سیالکوٹ میں حضرت الحاج مولانا منظور احمد صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک پریشانی نے سخت بے چین کر رکھا تھا، چنانچہ التجا کر ہی دی کہ حضور تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے۔ بجائے اس کے چند خدام کو جو حاضر خدمت تھے اٹھوادیتے، عجز و تواضع کے پیکر کریم آقا خود بنفس نفیس اپنی جگہ سے اٹھے (حاضرین بھی اٹھے مگر انہیں پھر بٹھادیا) اور کچھ فاصلے پر تنہائی میں مجھے لے کر کھڑے ہوگئے میں شرمندہ تھا کہ میری وجہ سے حضور کو زحمت اٹھانا پڑی تاہم حضور نے فرمایا، بات کرو، میں نے اپنی درد بھری کہانی سنائی تو حضور نے از حد شفقت و رحمت سے تسلی دی اور بارگاہ رب العزت میں حل مشکل کے لئے دعا بھی کی۔ مجھے اسی وقت اطمینان ہوگیا اور پھر جلدی ہی عملاً ابھی صورت حال ٹھیک ہوگئی''

وھابی کی مرادیں

شیخ محمد صدیق صاحب شکرگڑھی راوی ہیں،

''ایک وہابی سے میری کچھ کچھ رسم و راہ تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے کسی نے ان پر جادو کر دیا تھا۔ دو بیٹے تو معمولی زخموں سے مر چکے تھے اور تیسرا زخمی تھا اب وہ بہت گھبرایا۔ ایک دن اسی پریشانی کے عالم میں میرے پاس آیا، میرے سوال پر اس نے ساری بات سنائی اور رات گھر آنے کی دعوت بھی دے دی، حسب وعدہ میں وہاں پہنچا تو سب اہل کنبہ سخت مضطرب تھے مجھ سے صورت حال کی درستی کی تدبیر پوچھی گئی تو میں کہا، ہمارے نزدیک تو اس پریشانی کا ایک ہی حل ہے علی پور شریف جاؤ اور دعا کراؤ، کنبے کا سربراہ کٹر وہابی تھا۔ یہ سنتے ہی اٹھ کر چلا گیا بلکہ بچوں کے والدین کے سوا وہاں کوئی نہ رہا، اب ماں روتے ہوئے بولی ''خدا کے لئے بچوں کے لئے کچھ کریں؛'' میں نے پھر دربار شریف کا نام لیا کہنے لگی ''صبح وہیں حاضر ہوکر ہمارے لئے دعا کرائیے'' صبح میں علی پور شریف کے اڈے پر اترا تو وہ وہابی کھڑا تھا۔ پوچھنے پر بولا آدھی رات کے بعد خون بند ہوگیا تھا۔ بچے نے کچھ کھایا پیا اور سوگیا، یہی چیز مجھے یہاں لائی ہے۔

پھر کچھ عرصہ بعد اس (وہابی) کا بھائی بھی گم ہوگیا، کافی جستجو کے بعد بھی نہ ملا تو تھک ہار کر آخر کار دربار شریف حاضر ہوا۔ حضور نے فریاد سن کر اسے اپنے علاقے کی مٹی کے تین ڈھیلے لانے کا حکم دیا (مگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا) ابھی وہ ادھر ہی تھا کہ میاں بیوی بھی پہنچ گئے۔ وہ ہمیں دیکھ کر دوبارہ حاضر ہوگیا۔ اس وقت حضور دوسری جگہ بیٹھنے لگے تو اس نے جھٹ اپنی چادر بچھادی جسے آپ نے اپنے عصائے مبارک سے ہٹا دیا اور اسے فرمایا، تم ابھی یہیں ہو جاؤ اور جو کہا ہے اس پر عمل کرو، اگلے دن وہ مٹی کے ڈھیلے لیکر حاضر دربار شریف ہوا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کسی سفر پر روانہ ہو چکے تھے وہ رات یہیں رہا صبح گھر واپس پہنچا تو بھائی رات کا آچکا تھا،

نوٹ : اولیاء کرام علیہم الرضوان اپنے رب کے مظہر ہوتے ہیں اور تخلقو ابا خلاق اللہ (یعنی اللہ کے اخلاق اپنالو)

پر عامل جس کے یہ مظہر ہوتے ہیں اس کی بارگاہ ربوبیت میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ عرض کرتے ہیں۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری !!!

دوستاں را کجا کنی محروم !!!!
تو کہ باد شمناں نظر داری !!! (گلستان)

اہلیہ شفایاب

برادر طریقت حافظ نذیر احمد صاحب بوعوی ثم شکر گڑھی کی سنئے،

''ایک دفعہ میری اہلیہ سخت بیمار ہوگئی اور مہنگی سے مہنگی دوائی اور اچھے سے اچھا ٹیکہ لگانے کے باوجود روبہ صحت نہ ہوئی، آخر زندگی سے بالکل مایوس ہوگئی تو دربار لاثانی کا رخ کیا حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے کچھ تعویذات عنایت فرما کر واپس بھیج دیا۔ گھر آ کر دیکھا بیوی جو پہلے قریب الموت نظر آتی تھی، اب اٹھ کر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے حال پوچھا تو بولی، یوں لگتا ہے جیسے خدا نے ساری تکلیف دور کر کے جسم میں طاقت بھر دی ہے۔

ایک اور خاتون کا واقعہ

یہی حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جلوموز عرس کے موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے ایک خاص غلام نے درج ذیل واقعہ سنایا۔

''میری بیوی ایک دفعہ سخت بیمار ہوگئی۔ علاج معالجے سے افاقے کی بجائے مرض آخری حد تک پہنچ گیا تو حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں یہیں جلوموز حاضر ہوا آپ نے کچھ تعویذات عطا فرمائے اور دم شدہ پانی بھی۔ میں ابھی سوگز کے فاصلے پر ہی پہنچا ہوں کہ دل میں خیال پیدا ہوا پانی اب کیا کرے گا، معاً بوتل ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی اور مجھے واپس بلا لیا گیا۔ حاضر خدمت ہوا تو حضور نے جلالی انداز میں فرمایا، اب پانی کیا کرے گا۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ۔ یہاں پہنچا تو بیوی سو فیصد شفایاب ہو چکی تھی''۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال

چوہدری حاجی ولی محمد صاحب آف بوعہ کا بیان ہے۔

''میری ایک بچی کے دانت میں شدید درد تھا۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو دربار شریف کا رخ کیا۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ باہر کھیتوں میں تشریف فرما تھے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی تو سوال ہوا، کیسے آئے۔ عرض کیا، آقا! لڑکی کے دانت میں سخت درد ہے۔'' ارشاد ہوا اسے اس درخت کے نیچے بٹھا دو، اسے بٹھا کر میں بھی کام میں مشغول ہو گیا۔ بارہ بجے کے بعد فرمایا اس لڑکی کو بلاؤ کدھر ہے اسے بلانے گیا تو کہنے لگی ابا جی درد تو حضور کو دیکھتے ہی ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سلام کیا، اجازت لی اور واپس ہوا''۔

تین دن انتظار کرو

صوفی نذیر احمد صاحب آف نئی آبادی بھرد کے راوی ہیں۔

''میرا ایک دنیوی کام تھا جس کا یہاں بیان کرنا مناسب نہیں۔ اگر یہ کام نہ ہوتا تو مجھے مبلغ ۵۰۰۰۷ روپے کا نقصان ہو جاتا۔ ایک دو بار سوچا حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے عرض کروں پھر جرات نہ ہو سکی، آخر ایک دن بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا شرف مل ہی گیا۔ حسن اتفاق سے تنہائی میں عرض کرنے کا موقع بھی میسر آ گیا۔ حضور نے فرمایا تین دن انتظار کرو چنانچہ چوتھے روز کام بن گیا۔

ظالم کا انجام

حاجی محمد لطیف صاحب (شالامار ٹاؤن لاہور) کا بیان ہے

''۱۹۸۵ میں چند شریر لوگوں نے میرے اکلوتے بیٹے محمد سلیمان پر چوری کا جھوٹا مقدمہ بنا دیا اس کی ضمانت کرانے کے بعد میں نے دربار شریف حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں سارا قصہ عرض کیا تو حضرت والا علیہ الرحمۃ نے ایک لمبی سانس بھری، چند لمحوں کے لئے آنکھیں بند کیں اور فرمایا حاجی صاحب فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا جانتا ہے لنگر شریف کھانے کے بعد واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا، اللہ ان سے پوچھے گا کیونکہ انہیں بھی تو مرنا ہے۔ چند روز بعد رات کو گولی چلی اور وہ جھوٹا مقدمہ بنانے والا ہمیشہ کے لئے دنیا چھوڑ گیا اس وقت سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے اور اس کی لاش اٹھانے والا بھی کوئی نہیں تھا''

رسولی غائب ہو گئی

غلام رسول صاحب (آف بوعہ) کی روایت ہے

''میری کمر پر رسولی تھی۔ گھر والوں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں علاج کے لئے بھیج دیا۔ حضور نے کمر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ رسولی نہیں ہے آپریشن مت کرانا۔ چنانچہ اسی دن رسولی غائب ہو گئی اور آپ کا فرمان حقیقت میں بدل گیا۔

دست مرشد مظہر دست رسول ﷺ
ابر رحمت ، محور قرب و قبول

بحالی

جناب بابو نواب الدین صاحب (سلیم پارک لاہور) بیان کرتے ہیں۔

''۱۹۷۶ میں چند لوگوں نے محض حسد وعناد کی بنا پر میرے ایک عزیز کو جو سب انجینئر ہے، ایک جھوٹے مقدمے میں الجھا دیا۔ اس کے ساتھ سات آٹھ اور سب انجینئر بھی تھے۔ چنانچہ عدالت نے ان سب کو قید اور جرمانے کی سزا سنا دی۔ بندہ نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی سے فریاد کی۔ حضور نے دعا فرمائی اور اس کی برکت سے عدالت عالیہ نے میرے عزیز سمیت سب کو صاف بری کر دیا۔ وہ سب ملازمت پر بحال بھی ہو گئے اور انہیں تین سال کے بقایا جات بھی مل گئے۔

دعائے صبر

مستری محمد علی راوی ہیں۔

''میری بیوی ۱۹۶۴ء میں وفات پا گئی۔ دس دن بعد میں چک بہاؤالدین میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو

فرمایا، میں تعزیت کے لئے تمہارے پاس آنے ہی والا تھا۔ خیراب آ گئے ہوتو سب دعا کرتے ہیں، پھر فرمایا، مستری جی! اللہ تمہیں صبر عطا فرمائے، تین بار یہی دعا کی۔ کسی نے عرض کیا، حضور روٹی پکانے کا بندوبست بھی تو ہونا چاہیے ۔ جواباً پھر فرمایا، اللہ انہیں صبر بخشے، سبحان اللہ! دعا کی برکت سے ایسا صبر ملا کہ پھر کبھی عورت کا خیال بھی نہیں آیا۔

توجہ نے بچا لیا

یہی صاحب اپنا قصہ سناتے ہیں۔

''ایک دفعہ مجھے پتہ چلا کہ حضور نقش لاثانی ٹرپی میں صوفی محمد حسین صاحب کے ہاں تشریف فرما ہیں۔ ٹرپی پہنچا تو معلوم ہوا آپ موضع جھنڈے میں ہیں۔ وہاں گیا تو آپ موضع بکروال تشریف لے جا چکے تھے۔ ساون بھادوں کے دن، کیچڑ ہی کیچڑ، رات کا وقت مگر میں چلتا رہا۔ ایک نالہ بھی عبور کیا۔ پھر کپاس کے ایک کھیت سے بھی گزرا گاؤں کے قریب پہنچ کر دیکھا۔ حضور میرا انتظار فرما رہے تھے۔ ہاں یہ بھی فرمایا، کیا صبح نہیں آ سکتے تھے۔ بہرحال میری تھکن تو دور ہو گئی۔ حضور کے ارشاد پر تہجد پڑھی اور پھر صبح سویرے آپ نے موضع جھنڈے پہنچنے کی ہدایت فرما دی۔ میں حضور کی گھوڑی کے آگے چل رہا تھا۔ وہی رات والا کپاس کا کھیت آیا تو میرے پاؤں کے نشانات کے پاس ہی ایک اژدہا مرا پڑا تھا فرمایا'' اگر یہ تجھے رات کو کھا جاتا تو کون ذمہ دار تھا۔ گویا حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے توجہ فرما کر محفوظ رکھا تھا۔

لنگر شریف کی برکات

حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے سخی کے کھانے میں شفا ہوتی ہے اور کنجوس کے کھانے میں بیماری

طعام الجواد دواء و طعام البخیل دا (احیا علوم الدین)

چنانچہ اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان جو ہمیشہ سخاوت کے پیکر ہوتے ہیں کے لنگر شریف میں بھی طرح طرح کی برکتیں، راحتیں اور لذتیں ہوتی ہیں۔ ظاہر و باطن کے مریض ان کے خوان نعمت سے ٹکڑے کھا کر شفایاب ہوتے ہیں اور جسم و جان کی توانائیاں حاصل کرتے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ ہند نے سیدنا مجدد الف ثانی بادشاہ عرفان علیہ الرضوان کی دعوت کھائی تو پکار اٹھا، ایسی لذت مجھے کبھی میسر نہیں آئی۔ گویا مردان کامل علیہم الرحمۃ کی برکات و کرامات کا ایک پیاو ان کے آستانے کے نعمت کدے سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بھی برہان نبوت کا ایک جلوہ نور ہے۔ یعنی جب یہ حقیقت ہے کہ حضور سیدنا رحمۃ للعلمین ﷺ کی بارگاہ عرش پناہ کے ٹکڑوں پر گزارہ کرنے والے خوش نصیبوں نے ہمیشہ یہی کہا، ایسی لذت کہیں اور نہیں دیکھی تو حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ کے لنگر بھی اسی وصف جمیل کے مظہر کیوں نہیں ہوں گے چنانچہ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف منیف ، اسلامی زندگی ، میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔

''یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے گھر براتی عمدہ عمدہ کھانے کھا کر جائیں مگر ان کا منہ سیدھا نہیں ہوتا مگر اولیاء اللہ پیروں مرشدوں کے گھر سوکھی روٹیاں اور دال دلیا خوشی سے کھا کر اور تبرک سمجھ کر تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ سوکھی روٹیاں اپنے بچوں کو پردیس میں بھیجتے ہیں۔ جا کر دیکھو اجمیر شریف کا دلیا اور بغداد شریف اور دوسرے آستانوں کی دال روٹیاں، اس کی وجہ کیا ہے؟ دوستو! وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے کھانے مخلوق کو راضی کرنے کے لئے ہیں اور وہ خشک روٹیاں خالق (کی رضا) کے لئے ہیں۔''

مجھے یہ بات خوب یاد ہے کہ شکر گڑھ سے میرا تبادلہ سیالکوٹ ہو گیا تو مدینہ مسجد شکر گڑھ کے لئے خطیب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خواہش یہ تھی کی خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام رسول صاحب (سمندری والے) یہاں زینت مسجد بنیں۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ کسی نہ کسی طریقے سے اگر اپنی پسند و ناپسند ظاہر فرما دیتے تو بھی کسی پر اسے ٹھونستے نہیں تھے۔ سمجھنے والا سمجھ جاتا تو فبہا ورنہ اس کی دل شکنی بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ (ویسے تجربہ یہی ہے کہ ان اشاروں پر چلنے والے بے شمار برکات حاصل کرتے تھے۔ (ایک دن حضور نے مجھ سے تنہائی میں یہاں تک فرمایا کہ، مولوی صاحب یہاں آ جاتے تو علاقے کے بادشاہ ہوتے، (چنانچہ ایک مولوی صاحب کچھ عرصہ بعد اسی مسجد سے ایم۔ پی۔ اے بنے) ایک دن حضور فرمانے لگے، مولوی صاحب یہاں کیوں نہیں آنا چاہتے۔ میں نے عرض کیا کہ، پی۔ پی۔ پی کی حکومت نے انہیں مقدمات میں جکڑا ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ سب مقدمات ہم اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ چنانچہ تیسرے دن اخبارات میں خبر آ گئی کہ مولانا غلام رسول سمندری والوں کے خلاف حکومت نے سب مقدمات واپس لے لئے انہیں ایک عذر بیماری کا بھی تھا۔ بات یہ تھی کہ کچھ عرصہ قبل ایک دیوبندی طبیب نے پیشہ وارانہ فراخدلی پر مذہبی عصبیت کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے مریض کو جان سے مار دینے کے لئے کچا پارہ کھلا دیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کے اثرات زائل کرنے کے لئے بہت کچھ کیا اور کچھ افاقہ بھی ہوا مگر بے شمار اشیائے خوردنی کو بھی پرہیز میں شامل کر دیا تھا (جس سے زندگی ''افسردگی'' بن کے رہ گئی تھی) یہ دوسرا عذر لے کر دربار اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا مولوی صاحب! ڈاکٹروں نے کس کس چیز سے منع کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کتنی ہی چیزوں کے نام گنائے۔ حضور نے فرمایا'' آج یہی چیزیں کھانا ہے'' چنانچہ مولوی صاحب اپنے ہادی برحق علیہ الرحمۃ کے ارشاد پر وہ سب کچھ کھا گئے اور ذرا نقصان نہ ہوا۔ چند روز بعد حضرت مولانا کو جامعہ صدیقیہ حسینیہ نارووال کے سالانہ جلسے میں حضور نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر صدارت شامل ہونا تھا۔ رات کو کھانے کے وقت دستر خوان پر وہ پرہیزی چیزیں بھی موجود تھیں جو اتفاق سے پہلی بار

(پرہیز توڑنے سے) بچ گئی تھیں۔ چنانچہ آج ان کا قصہ بھی پاک ہوگیا۔ پھر مولانا نے دسترخوان پر بیٹھے بیٹھے کھانے کے بعد ایک پڑیا بھی حضور کی خدمت میں پیش کر کے دم کرنے کے لئے عرض کیا اور التجا کی کہ حضور! یہ آخری پڑیا ہو (یعنی آئندہ اس مرض سے جان چھوٹ جائے اور اس کے علاج سے بھی) حضور نے فرمایا "آمین"

نوٹ:۔ یہ تفصیلی واقعہ اس لئے تحریر کیا ہے کہ لنگر کی برکات کے علاوہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی کی بعض دوسری کرامات اور سیرت کے کچھ اہم گوشے بھی اجاگر ہوتے ہیں اس بارے میں مزید ایک دو روایات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

بخار فوراً اتر گیا

حکیم صوفی عبدالسلام قادری طاہری خطیب شکرگڑھ راوی ہیں

"۱۹۸۵ء میں میرے والد مرحوم کو تقریباً پانچ ماہ بخار رہا۔ ڈاکٹروں حکیموں کی کوششیں ناکام ہوگئیں۔ تو ایک دن مجھ سے فرمایا، صوفی! علی پور شریف جاؤ اور میرے پیرو مرشد حضور نقش لاثانی سے کوئی چیز لے آؤ۔ میرا بخار اتر جائے گا۔ میں نے دربار شریف حاضر ہو کر والد ماجد کی حالت اور خواہش عرض کی تو حضور خود کمرے میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد پلاسٹک کے لفافے میں پانچ سیب ڈال کر لے آئے اور مجھے عنایت فرما دیئے۔ گھر جا کر ابھی ایک ہی سیب کا چوتھائی حصہ ہی والد صاحب کو کھلایا تھا کہ بخار اتر گیا اور پھر آخر تک نہ ہوا"

سینے کا درد

انہی کی روایت ہے

"دربار شریف میں تعمیراتی سلسلہ جاری تھا۔ ایک نوجوان کے سینے میں درد ہو رہا تھا، مگر اس کے باوجود اس نے کام ترک نہ کیا۔ شام کو کام سے فارغ ہو کر اس نے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنا حال زار سنایا۔ حضور نے فرمایا "اب جا کر لنگر کی صرف دال کھاؤ، روٹی کو ہاتھ نہ لگاؤ" "بیمار نے تعمیل ارشاد کی اور فوراً شفایاب ہوگیا"

باؤلی گھوڑی کا علاج

انہی کی روایت ہے۔

"ہمارے پاس ایک خوبصورت گھوڑی تھی۔ بدقسمتی سے وہ باؤلی ہوگئی۔ بڑے بھائی جلال دین صاحب نے کہا کہ اس کو زنجیر سے باندھ کر لگام دو اور کاٹھی پہنا دو۔ بڑی مشکل سے یہ سب کچھ کر کے بھائی جان سوار ہو گئے اور دربار شریف کو روانہ ہو گئے۔ گھوڑی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ چلی۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کر کے ساری بپتا عرض کی۔ آپ نے لنگر شریف کا ایک ٹکڑا گھوڑی کو کھلا کر دوسری گھوڑیوں کے ساتھ باندھ دینے کا حکم فرمایا۔ صبح تک گھوڑی ٹھیک تھی۔ پھر آپ نے گڑ دم کر کے سب جانوروں کو کھلا دیا"

بڑا گوشت

ماسٹر نعمت علی ر۔ب/۵۵ برج ضلع فیصل آباد فرماتے ہیں۔

"۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے میں گورنمنٹ نارمل سکول پسرور میں زیر تعلیم تھا۔ شب برات کی دو چھٹیاں ہوئیں تو گھر دور ہونے کی وجہ سے بھی اور از راہ عقیدت بھی میں دربار شریف حاضر ہوگیا۔ رات کو لنگر شریف تقسیم ہونے لگا تو کافی گہما گہمی تھی۔ میرے پیالے میں سالن ڈالا تو دیکھا بڑا گوشت تھا جس سے میں ہی نہیں سارا کنبہ پرہیز کرتا تھا۔ میں نے سوچا بوٹیاں ساتھ بیٹھنے والے کے پیالے میں ڈال دوں کہ خود حضور نقش لاثانی عصا مبارک ہاتھ میں لئے سامنے آ کھڑے ہوئے اور سالن تقسیم کرنے والے سے فرمانے لگے "ماسٹر جی نوں دو بوٹیاں ہور دیو" اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "ماسٹر جی کھالنی واے" سخت سردی کے دن تھے مگر پسینے سے کپڑے تک تر ہو گئے۔ حضور کے ارشاد پر کھالیا، ایسا لطف اور ذائقہ آیا کہ دوبارہ پھر کبھی نہیں آیا"

درد سر جاتا رہا

صوفی علی احمد صابر ملتانی کا بیان ملاحظہ ہو۔

"۱۹۸۶ء میں میرے والد محترم صوفی محمد حسین مرحوم شدید قسم کے درد میں مبتلا ہو گئے۔ ملتان میں بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرایا مگر بے سود۔ ابا جی فرمانے لگے، مجھے حضور نقش لاثانی کی خدمت میں لے چلو، میری شفا وہیں ہے، میری والدہ محترمہ اور برادر صوفی شوکت علی انہیں ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری داستان غم عرض کر دی۔ حضور نے فرمایا "یہ لسی اور پیو، اللہ تعالیٰ خود شفا عطا فرمائے گا" بظاہر لسی ممنوع تھی مگر مرشد کامل کی برکت سے رحمت بن گئی اور درد سر کی شدت بالکل ختم ہوگئی۔ اجازت مانگی تو فرمایا "دور سے آئے ہو، رات رہ لو" صبح اجازت دیتے ہوئے فرمایا "اچھا اللہ خیر کرے گا۔ انشاء اللہ، انشاء اللہ انشاء اللہ" ابا جی خدا کی قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے۔ کہ علی پور سیداں شریف کے حدود سے ابھی ہم باہر بھی نہیں ہوئے تھے کہ درد بالکل جاتا رہا اور پھر کبھی نہ ہوا"۔

اور پیو

جناب غلام حسین صاحب فرماتے ہیں۔

"قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے۔ میں موسم سرما میں دربار شریف حاضر ہوا۔ سارا دن گنا چھیلنے اور رس اور گڑ بنانے میں صرف ہوگیا۔ میں اوپر اور نیچے سے گنا کاٹ لیتا اور درمیان سے چوس لیتا۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد پھر میں بیلنے پر آ گیا اور ایک گنا حسب سابق چوسنے ہی لگا تھا کہ حضور نقش لاثانی تشریف لے آئے۔ حضور نقش لاثانی نے فرمایا "کل سے کتنے گنے چوسے ہیں؟" عرض کیا "کہ دن بھر چوستا رہا ہوں" اگر دو گنوں کا رس

پینے کی کوشش کرتے کیا پی نہ سکتے" عرض کیا "آقا! رس پی سکتا ہوں نہ گڑ کھا سکتا ہوں کہ دست لگ جاتے ہیں۔ آپ نے رس کا ایک لوٹا منگوایا اور تھوڑا سا پی کر مجھے عطا فرما دیا۔ نیز بار بار ارشاد ہوتا۔ اور پیو، اور پیو حتیٰ کہ جب بالکل ہی کوئی گنجائش نہ رہی تو مجھے بازو سے پکڑ کر گڑ والے کمرے میں لے گئے اور فرمایا کہ "اسے پیٹ بھر کر گرم گڑ کھلاؤ، دیکھوں کیونکر دست لگتے ہیں"۔

اس کے بعد آج تک رس بھی خوب پیا اور گڑ بھی کھایا مگر دست کبھی نہ لگے"۔

عطیات کی برکات

لنگر شریف کی برکات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کے ساتھ ہی حضور نقش لاثانی علیہ الرضوان کے عطیات کی برکات بھی دیکھیں عطیات میں نقدی کھانا کپڑا اور کئی چیزیں بھی شامل ہیں جو حضور اپنے غلاموں کو عطا فرماتے رہتے تھے اور یہ سب چیزیں گوناگوں برکات کی حامل ہوتی تھیں۔ مثلاً صوفی عبدالسلام کے والد مرحوم کو جنہیں کئی مہینوں سے بخار تھا حضور نے پانچ سیب بھیجے وہ پہلے سیب کا کچھ حصہ کھا کر ہی بخار سے چھوٹ گئے (تفصیل سے یہ واقعہ ابھی ابھی بیان ہوا ہے) میری والدہ مرحومہ نے چٹنی کی خواہش ظاہر کی تو حضور نے خاص توجہ سے عنایت فرمائی اور انہیں کئی امراض سے افاقہ ہو گیا۔ صوفی سیٹھ محمد اقبال صاحب سیالکوٹی (حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق مدظلہ العالی کے مخلص مریدین میں سے ہیں) کو کپڑوں کا جوڑا عطا فرمایا۔ ان دنوں صوفی صاحب کئی مقدمات کی زد میں تھے۔ تاریخ پر یہی عطا کردہ لباس پہن کر جاتے اور ہمیشہ فتح پاتے۔ ایک دفعہ پہننا بھول گئے تو تاریخ پڑ گئی۔ یہاں ایک دو روایتیں بطور تبرک مزید درج کی جاتی ہیں۔

مرزا محمد طاہر بیگ

اپنی امی کی زبانی سناتے ہیں۔

"جب میرے بیٹے محمد صادق کی شادی ہوئی میں اپنی بہو کو لے کر دربار شریف حاضر ہوئی۔ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ نے اسے دس روپے عطا فرمائے۔ ان کی ایسی برکت ہوئی کہ بہو کے قول کے مطابق ہر وقت جیب پیسوں سے بھری رہتی تھی۔ حضور نے فرمایا بھی تھا "سنبھال کے رکھنا" اور ان الفاظ کی برکت بھی ساتھ ہی شامل تھی مگر افسوس کچھ عرصہ بعد یہ نوٹ کہیں کھو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ جیب بھی خالی ہو گئی۔

حافظ محمد فیاض

(شادباغ لاہور) سے تحریر فرماتے ہیں۔

میں اکثر اپنے پیر و مرشد امام العارفین الکاملین سید الاولیاء والاصفیاء حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مدینہ طیبہ مطہرہ کے مختلف نقشہ جات نذر کیا کرتا تھا اور حضور بخوشی قبول فرما کر انعام سے بھی نوازتے تھے۔ ایک بار میں نے حضور پر نور شافع یوم النشور [illegible] ﷺ کے دربار کے اندرونی حصے کا نقشہ فریم کرا کے آپ کی نذر کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا نقشہ تھا جس پر کلمہ طیبہ کے مختلف نقوش تھے ان میں سے اپنے ہاتھ سے بنے ہوئے تھے۔ حضور نے دونوں قبول فرمائے اور اپنے حجرہ مقدسہ میں آویزاں کرا لئے۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے خدمت میں رہنے کے بعد واپسی کی اجازت چاہی تو حضور نے دس روپے بھی عطا فرمائے۔ مجھے اس عطیے سے بڑی مسرت ہوئی۔ گھر آیا چند دنوں بعد بخار میں مبتلا ہو گیا۔ کافی دن علاج معالجہ ہوا مگر مرض بڑھتا گیا۔ ڈاکٹر صاحب ہر روز دوائی کے دس روپے لیتے تھے ایک دن غلطی سے حضور کا عطیہ ڈاکٹر صاحب کو دے آیا تو گھر آ کر بہت پچھتایا مگر خدا کی قدرت اب کے دوائی نے ایسا اثر دکھایا کہ بخار جاتا رہا اور مزید علاج کی حاجت نہ رہی۔ سوچا شاید حضور نقش لاثانی نے علاج ہی کے لئے یہ رقم عطا فرمائی تھی جو شفا کی ضامن بن گئی"۔

صوفی علی احمد صابر

بورہ لاثانی ضلع ملتان اپنے نانا صوفی محمد حسین مرحوم کا واقعہ انہی کی زبان سے بیان کرتے ہیں۔

"1955ء کی بات ہے میں چھ روز دربار شریف لاثانی میں حاضر رہا۔ واپسی کی اجازت حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے مانگی تو آپ نے اپنا دست مبارک جیب میں ڈالا اور کچھ رقم نکال کر عنایت فرمائی اگرچہ میرے پاس صرف دو آنے تھے مگر پھر بھی نہ لینے پر اصرار کرتا رہا۔ حضور بھی کمال کرم سے عطا فرماتے رہے کہ راستے میں کام آئیں گے۔ میں نے بخیر گئے رقم جیب میں ڈال لی اور سفر میں خرچ کرتا رہا۔ خدا کی قدرت دیکھئے اس کی برکت سے بخیریت گھر پہنچ گیا اور راستے میں کسی بات کی دقت محسوس نہیں ہوئی۔

اب مصنف کی آپ بیتی سنیئے۔

"غالباً 1966ء سے ہمیشہ ہمارے ہاں عطیات دربار شریف سے آتا رہا تھا ان دنوں بھی جب حضور نقش لاثانی کے فرزند اصغر حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب مدظلہ العالی کی تعلیم و تربیت مقصود ہوتی مگر یہ حسن اور عنایات سے آپ نوازتے رہتے تھے تعلیم و تربیت کے اختتام پر اور بعض دوسرے مواقع پر قیمتی تحفوں کے علاوہ حضور نقدی بھی عطا فرماتے تھے۔ میں بطور تبرک انہیں گھر میں بڑی حفاظت سے رکھتا تھا۔ 1971ء کی جنگ میں شکر گڑھ کا علاقہ بہت متاثر ہوا۔ ہمارا گاؤں تو ابتدائی دنوں میں ہی بھارتی قبضے میں آ گیا۔ میں سب سمیت شکر گڑھ میں مقیم تھا اور حضور کی اجازت کا منتظر تھا کہ ایک دن دربار کے نعت خواں بھائی محمد حسین صاحب نے شہنشاہ ولایت کا فرمان پہنچایا کہ "گھر والوں کو کسی محفوظ جگہ بھیج دو" ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ جانے کا پروگرام بنایا تو کوئی رقم پاس نہیں تھی کہ کرایہ دیا جاتا اور کسی سے قرض مانگنے کی صورت نظر نہ آئی دوست احباب جا چکے تھے۔ پھر [illegible] بہت

زیادہ بڑھ گئے تھے۔ مجبوراً حضور کا جمع کردہ عطیہ ہی استعمال کرنا پڑا حیرت یہ ہوئی کہ موضع بندو کے ضلع شیخوپورہ تک پہنچنے کا جو کرایہ بنتا تھا، یہ رقم بالکل اسی کے برابر تھی۔ دوسری عجیب بات یہ تھی کہ شکر گڑھ سے بسوں کے چلنے کا یہ آخری دن تھا، چنانچہ میں اور نواب چوہدری فقیر محمد مرحوم اگلے دن گھوڑی پر علی پور شریف کی طرف روانہ ہوئے اور کئی منزلوں میں یہ مقدس سفر طے ہوا۔

کھانے میں برکات

سید غلام شبیر صاحب مدظلہ راوی ہیں:۔

برادر طریقت سردار محمد ساکن بوڑھے والی کے ہاں دوپہر کی دعوت تھی، انہوں نے پچاس آدمیوں کا کھانا تیار کرایا۔ اردگرد کے دیہات سے تقریباً تین سو افراد جمع ہو گئے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے تین لقمے چاول ملاحظہ فرمائے اور تین گھونٹ شوربے سے نوش فرمائے (پلیٹ کے باقی چاول چاولوں اور شوربے کا بقیہ شوربے میں ملانے کا حکم صادر فرمایا) الحمد اللہ! سب نے خوب سیر ہو کر کھایا مگر برکت دیکھئے کھانا پھر بھی کافی مقدار میں بچا رہا جسے بعد میں محلے میں تقسیم کیا گیا۔

ماسٹر محمد سلیم صاحب

ساکن خانپور (شکر گڑھ) بیان کرتے ہیں۔

ایک بار حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں کھانے کی دعوت قبول کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا ''صرف چائے کا بندوبست کرلو''۔ تشریف آوری ہوئی تو ساتھیوں کو اندر بٹھا دیا اور خود باہر دھوپ میں جلوہ افروز رہے اب گاؤں والے بھی آ گئے حضور کی خدمت میں چائے کی کیتلی پیش کی گئی تو آپ نے پانی کا جگ منگوا کر یہ چائے اس میں ملا دی۔ سامنے ایک جم غفیر تھا مگر اللہ اکبر مرد کامل کی برکت دیکھئے چائے بھی گرم رہی اور ذائقہ بھی بدستور قائم رہا۔ جس نے پی یہی کہا ایسی چائے عمر بھر نہیں پی''۔

چودھری ولی محمد

ساکن بوعہ تحصیل شکر گڑھ سے روایت ہے۔

''جن دنوں بوعہ میں مسجد شاہ لاثانی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک وقت کی دعوت میرے ہاں تھی۔ حافظ محمد اسماعیل صاحب مدظلہ نے لنگر کی تقسیم کے دوران جب محسوس کیا کہ کھانا کم ہے تو اور روٹیاں منگوانے کے لئے میرے بیٹے غلام علی کو دوڑایا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اسے دوڑتے دیکھا تو بلا لیا اور دوڑنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے آہستہ سے عرض کیا روٹیاں کم ہیں اور لانے جا رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا ''پانی کا گھڑا بھر لاؤ''۔ خیر حضور کی برکت سے بہت سی روٹیاں بچ بھی گئیں اور ہم نے گھر جا کر کھائیں۔

(راقم الحروف آسی کی روایت)

۱۹۶۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے شکر گرھ میں چودھری محمد طفیل صاحب پولیس انسپکٹر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے نواب فقیر محمد مرحوم حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے مخلص غلام اور وہ ان کے عزیز تھے ان کی وساطت سے چوہدری صاحب حضور کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور ان کی درخواست پر رات کے کھانے کی دعوت قبول کر لی گئی۔ حضور تشریف لائے تو شکر گڑھ اور مضافات شکر گڑھ سے ایک وسیع ہجوم بھی آ موجود ہوا چودہری صاحب نے چند افراد کا کھانا تیار کرایا تھا اور حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ نواب صاحب نے اہل خانہ کو تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں ایسا کئی بار ہوا ہے کہ حضور کی برکت سے تھوڑا سا کھانا سینکڑوں افراد کو مطمئن کر گیا بلکہ بعد میں بھی بچا رہا۔ وہ ابھی اس قسم کے واقعات سے نابلد تھے مگر جب وہی ہوا جو نواب فقیر محمد صاحب مرحوم کہتے تھے تو دنگ رہ گئے۔ (یعنی سب نے کھانا کھایا اور پھر بھی بڑی مقدار میں بچ گیا۔) ان کے نزدیک یہ ایسا تجربہ تھا جس نے انہیں مقام ولایت کی عظمتوں کو سلام کرنے پر مجبور کر دیا۔

بابو عبدالرشید (دھن پورہ لاہور) اپنے دوست چودھری عبدالحق مرحوم کے گھر کا واقعہ انہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

''میں نے جلوموڑ عرس کے موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی دعوت کی۔ صرف دس سیر چاول پکائے۔ چھٹی کا دن تھا زائرین کا ہجوم ہو گیا۔ میں پریشان ہو گیا حضور نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا چودھری صاحب! کیا پریشانی ہے۔ میں نے عرض کی حضور لوگ زیادہ آ گئے ہیں اور اس جم غفیر کے لئے کھانا بہت کم ہے۔ فرمایا پھر کیا ہوا اندر جا کر مستری محمد دین صاحب (آف چاہ میراں) سے فرمایا باوضو ہو تو بسم اللہ پڑھ کر کھانا تقسیم کرو، چنانچہ حضور کی توجہ کی برکت سے سب نے کھانا کھایا پھر فرمایا گلی محلے والوں کا بھی حق ہے۔ یوں بھی تقسیم ہوا تقریباً تین سو آدمیوں کے کھانے کے بعد بھی کھانا اتنا ہی تھا (جتنا پہلے تھا)۔

رانا جماعت علی خاں صاحب

لائبریرین گورنمنٹ کالج لاہور راوی ہیں۔

''حضور نقش لاثانی قدس سرہ فیصل آباد میں جلوہ فرما تھے۔ میں نے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی تو بکمال بندہ نوازی حضور نے منظور فرمائی۔ میں نے اپنے خیال کے مطابق بیس پچیس افراد کا کھانا تیار کرایا تھا۔ حضور اس زمانے میں ایک مکان بنوا رہے تھے۔ جب حسب الارشاد کھانا خدمت میں پیش ہوا تو حاضرین ڈیڑھ سو سے کم نہیں تھے۔ میں گھبرا گیا مگر حضور نے تسلی دی۔ چنانچہ سب نے کھانا کھایا اور بعد میں یوں محسوس ہوا جیسے بہت کم صرف ہوا ہے۔ چنانچہ گھر لے جا کر گلی محلے میں بھی تقسیم کیا اور اپنے افراد کنبہ بھی تین چار دن تک کھاتے رہے۔

رانا صاحب کے بقول یہ بھی ان واقعات میں شامل ہے جن سے متاثر ہو کر وہ سچے دل سے بارگاہ شیخ کے گرویدہ ہوئے۔

☆☆☆☆☆

مسائل تصوف

مشہور وہابی محقق مولانا داؤد غزنوی کی نظر میں

مرتب: مولانا ابوبکر غزنوی

آج کل الدعوۃ میں تصوف کے بارے میں جو زہریلا پروپیگنڈا ہو رہا ہے، قارئین سے مخفی نہیں۔ یہاں ہم ذیل میں ایک نامور غیر مقلد محقق مولانا داؤد غزنوی کے افکار و نظریات پیش کر رہے ہیں۔ جنہیں خود ان کے فرزند ارجمند جناب مولانا ابوبکر غزنوی نے مرتب کیا ہے۔ حافظ سعید اور ان کے ہمنواؤں کو اپنی باغیانہ سوچ سے توبہ کر کے گھر کی گواہی کو مان لینا چاہئے...... الحقیقہ

یوں تو شب خیزی، تہجد گزاری اور کثرت ذکر زندگی بھر آپ کا معمول رہا، مگر آخری عمر میں ہمہ تن اور ہمہ دل اللہ کی طرف متوجہ تھے اور تصوف کی طرف ان کا میلان بہت بڑھ گیا تھا۔ آخری علالت سے قبل تصوف کے بعض عنوانوں پر چند مقالے تحریر فرمائے۔ ان میں سے بعض مقالے عربی میں ہیں اور بعض اردو میں۔

ان مکالمات کی روشنی میں جو اس موضوع پر ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً ہوئے اور ان مقالوں کی روشنی میں مختلف مسائل تصوف پر ان کے رجحانات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تصوف کیا ہے؟ ''مسائل متفرقہ تصوف'' میں لکھتے ہیں:

''تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات یہی ملکات ہیں۔ اخلاص، رضا، تواضع وغیرہ۔ ان کو حاصل کرو اور ان کے اضداد، ریا و کبر، حسد و بغض، حرص، طول امل سے باز رہو، بس صوفی ہو گئے۔'' (صفحہ 1)

''مسائل متفرقہ تصوف'' میں مزید لکھتے ہیں:

''یاد رکھو اصل مقصد تصوف سے یہ ہے۔ اعمال شرعیہ یعنی طاقت واجبہ و مستحبہ کا بجالانا اور معاصی سے اجتناب کرنا۔ یہ بندہ کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ بس یہ وہ چیز ہے جس سے قرب و رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔ کیفیات وکشفیات کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر ایک شخص ادائے طاعت واجتناب عن المعاصی میں پختہ ہو، وہ کامل صوفی ہے۔ گو کیفیات کچھ بھی اس پر وارد نہ ہوتی ہوں اور جس پر کیفیات بکثرت وارد ہوتی ہوں، کشف و تصوف میں ملکہ رکھتا ہو، مگر اوامر و نواہی میں پختگی حاصل نہ ہو۔ وہ صوفی نہیں۔'' (صفحہ ۲)

حضرت مجدد سے طبعی مناسبت: حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے ساتھ انہیں طبعی مناسبت بہت تھی۔ اور ان کے مکتوبات کا مطالعہ بڑے التزام سے کرتے تھے۔ مکتوبات کا وہ نسخہ جو ان کے زیر مطالعہ رہا راقم الحروف کے پیش نظر ہے۔ سرخ پنسل سے جگہ جگہ عبارتیں نشان زدہ ہیں۔ بالخصوص وہ عبارتیں جن میں اتباع سنت پر حضرت مجدد صاحبؒ نے زور دیا ہے۔ حضرت والد علیہ الرحمہ نے ان عبارتوں کو مکتوبات کی دونوں جلدوں کے شروع میں خالی صفحات پر قلمبند بھی کیا ہے۔ ان میں سے اکثر عبارتیں انہیں زبانی یاد تھیں اور خطبوں کے دوران بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ عبارتوں کو حرفاً حرفاً نقل کیا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ان عبارتوں سے تصوف کے بارے میں ان کے رجحانات کے تعین میں مدد ملے گی۔

''طریقت وحقیقت کہ صوفیہ بآں ممتاز گشتہ اند، ہر دو خادم شریعت اند۔ کوتہ اندیشاں احوال و مواجید را از مقاصد ے شمر و مشاہدات وتجلیات را از مطالب ے انگارند۔ لا جرم گرفتاران زندان وہم وخیال می مانند...... از کمالات شریعت محروم میگردند۔''

(طریقت وحقیقت کہ صوفیا اس سے ممتاز ہیں، دونوں خادم شریعت ہیں۔ کوتاہ نظر کیفیات اور وجد کو منزل مقصود سمجھتے ہیں اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب شمار ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے ہی توہمات میں گرفتار اور شریعت کے کمالات سے محروم رہ جاتے ہیں)

''بعد از طی منازل سلوک وقطع مقامات جذبہ معلوم شد کہ مقصود و

ازیں سیر و سلوک تحصیل مقام اخلاص ست   وایں اخلاص جزویست از اجزائے شریعت چہ شریعت راسہ جزو است علم و عمل و اخلاص   اما فہم ہر کس ایں جانہ رسد، اکثر عالم بخواب وخیال آرمیدہ اند و بجوز و مویز اکتفا نمودہ انداز کمالات شریعت چہ دانند و بہ حقیقت طریقت وحقیقت چہ وار سند۔ شریعت راپوست خیال می کنند وحقیقت را مغزی دانند۔ نمی دانند کہ حقیقت معاملہ چیست بہ ترہات صوفیہ مغرور اند و بہ احوال و مقامات مفتون۔ ہداھم اللہ سبحان سواء الطریق۔"

(سلوک کے منازل اور جذب کے مقامات طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سیر و سلوک سے مقصد مقام اخلاص کا حصول ہے   اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص   وہاں البتہ ہر شخص کے فہم کی رسائی اس بات تک نہیں، اکثر خواب وخیال کی دنیا میں مگن ہیں اور ذرا سے روحانی فائدے پر انہوں نے قناعت کر لی ہے۔ شریعت کے کمالات ہی کو نہیں جانتے طریقت و حقیقت کی حقیقت کیا سمجھیں گے۔ شریعت کو چھلکا سمجھتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ حقیقت حال سے ناآشنا ہیں۔ صوفیا کی شطحیات نے انہیں خود فریبی میں مبتلا کر رکھا ہے اور احوال و مقامات کے فریفتہ ہیں۔ اللہ تعالٰی انہیں سیدھی راہ کی ہدایت دے)

سلسلہ نقشبندیہ کی طرف ان کا طبعی رجحان بہت تھا۔ طریقہ نقشبندیہ کی تعریف میں مکتوبات کی اس عبارت کو سرخ پنسل سے نشان لگایا ہے:

"اکابر طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالٰی اسرارہم التزام متابعہ سنت سنیہ نمودہ اوز اختیار عمل بعزیمت فرمودہ اگر بایں التزام و اختیار ایشاں را باحوال و مواجید مشرف سازند نعمت عظیم می دانند و اگر احوال و مواجید بایشاں بدہند و دریں التزام و اختیار فتورے یابند آں احوال را نے پسندند و آں مواجید را نمی خواہند و دراں فتور جز خرابی خود ہیچ نمی دانند زیرا کہ برہمناں و جوگیان ہند و وفلاسفہ یونان از قسم تجلیات صوری و مکاشفات مثالی و علوم توحیدی بیسار و رند اما غیر از خرابی و رسوائی نتیجہ آن ندارند و جز بعد و حرمان نقد وقت شان نیست"

(اکابر طریقہ نقشبندیہ اتباع سنت کا التزام کرتے ہیں اور رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہیں اگر اتباع سنت کا التزام کرتے ہوئے انہیں کیفیات واحوال کے وارد ہونے سے اتباع سنت میں کوتاہی ہونے لگے تو ان کیفیات واحوال کو پسند نہیں کرتے اور ان احوال کے خواہاں نہیں ہوتے اور اتباع سنت میں سستی کو اپنے لئے خرابی کا باعث جانتے ہیں۔ اس لئے کہ ہندوستان کے برہمن اور جوگی اور یونان کے حکماء کو بھی تجلیات صوری، مکاشفات مثالی اور علوم توحیدی سے حصہ وافر حاصل ہے، لیکن خرابی و رسوائی اور بعد حرماں کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔)

ایک دن مجھ سے فرمایا:

"شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے۔ اصطلاحا تصوف کہلاتا ہے"

فرماتے تھے:

"حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بعثت کے بعد جو کام سرانجام دیا، قرآن مجید اسے متعدد جگہوں پر یوں بیان کرتا ہے " **یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ**   یہ جو بار بار خدا کہتا ہے:" **یزکیھم**" یعنی وہ ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اسی تزکیہ کے اصول و آداب کو ہم طریقت یا تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری درسگاہوں میں تعلیم کتاب وحکمت کا تو اہتمام کیا جاتا ہے لیکن تزکیہ نفس جس کا ذکر قرآن مجید تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ الگ مستقل بالذات بار بار کرتا ہے، اس کا قطعی طور پر کوئی اہتمام نہیں"

میں نے ان سے پوچھا:

"کیا تصوف کی مروجہ اصطلاحات کا استعمال آپ کے نزدیک درست ہے؟"

تو حضرت نے فرمایا:

"جیسے محدثین کی اصطلاحات ہیں، فقہاء کی اصطلاحات ہیں، صرفیوں اور نحویوں کی اصطلاحات ہیں، اسی طرح تزکیہ نفس کا علم جب باضابطہ طور پر مرتب اور مدون ہوا تو اصطلاحات ناگزیر تھیں۔"

ایک دن فقہ اور تصوف میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"بات بڑی سیدھی ہے۔ وضو کن باتوں سے ٹوٹتا ہے؟ نماز کن باتوں سے باطل ہوتی ہے؟ یہ فقہ ہے اور نماز میں حضور کیسے حاصل ہو؟ رقت اور خشیت کیسے حاصل ہو اور سینے سے چکی کے چلنے کی آواز کیسے آئے؟ یہ تصوف ہے اور دونوں کا ماخذ کتاب وسنت ہے"

اشغال صوفیہ کی شرعی حیثیت: میں نے ایک روز ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جو صوفیا کے ہاں لطائف کی مشق ہے، نفی اثبات کا مخصوص طریقہ ہے یا حبس دم کا شغل ہے، کیا یہ بدعات ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا:

"یہ بزرگان کرام کا اجتہاد ہے"

میں نے عرض کیا: اس اجتہاد کی علت کیا ہے؟

فرمانے لگے: نزول انوار دافع وساوس ہوتا ہے، پھر انوار رسالت بالخصوص انوار محمدیہ بدرجہ اتم دافع وساوس تھے۔ جب انوار رسالت منقطع ہو گئے تو وساوس ابھرنے لگے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی باقی نہ رہی۔ قرآن کے اس حکم پر عمل مشکل ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے پہلو بدلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ انوار رسالت کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے دوام ذکر ممکن

العمل نہ رہا۔ پس دوام ذکر حاصل کرنے کیلئے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی پیدا کرنے کیلئے بزرگان کرام نے اجتہاد کیا'' فرمایا اگر معاملات میں اجتہاد ہوسکتا ہے تو عبادت میں جمعیت خاطر پیدا کرنے کیلئے اجتہاد کیوں نہیں ہوسکتا۔ پھر ایک اور شام بندہ عاجز ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ بعض علماء سے اشغال صوفیہ پر مجھے گفتگو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ انہیں بدعات اور محدثات قرار دیتے ہیں۔

حضرت والد علیہ الرحمہ کی پیشانی پر شکن پڑ گئی اور فرمانے لگے:

'' ان علما کا ذہن صاف ہونا چاہئے۔ جب وہ ان اشغال کو بدعات قرار دیتے ہیں تو دوسرے لفظوں میں وہ معاذ اللہ خاکم بدہن یہ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ بدعتی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی'' بدعتی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی'' سب بدعتی تھے۔

ایک طرف تو یہی علماء ہندوستان میں اپنی تاریخ کا آغاز ان ہی بزرگوں سے کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نسبت ملاتے ہیں، دوسری طرف ان بزرگوں کے اجتہادات کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس منطقی تضاد سے انہیں نجات پانی چاہئے۔''

معارف اللطائف میں یوں رقمطراز ہیں:

''صوفیائے کرام کے اشغال بعض حضرات اس لئے پسند نہیں کرتے کہ صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ منقول نہیں، لیکن اگر ذرا دقت نظر سے یہ حضرات دیکھتے تو ان پر یہ واضح ہو جاتا کہ صحابہ کرامؓ کو ان اشغال و مراقبات کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان کو سیدنا الانبیاء والمرسلین کی صحبت کے فیوض سے بہرہ ور اور آپ کے انفاس طیبہ کی برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل تھی اور اس فیضان کی وجہ سے صحابہ کرام کے قلوب و اذہان ایسی قوی اور کامل استعداد کے مالک تھے کہ ان کو ان اشغال و مراقبات کو واسطہ مقصود بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ فرائض وسنن کی بجا آوری، محرمات بلکہ مشتبہات سے اجتناب ہی ان اشغال وغیرہ کے ثمرات کے حصول کیلئے کافی تھے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ علوم مروجہ (صرف ونحو اور مرتب فقہ واصول فقہ) صحابہ کرام کے عہد مبارک میں مدون نہیں ہوئے تھے کیونکہ عرب ہونے کی وجہ سے وہ قواعد صرف ونحو کے محتاج نہ تھے اور عام مسائل دریافت کرنے میں آپ ذات بابرکات ہی کافی تھی لیکن بعد میں اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر عجم میں پہنچا اور خاص آپ کی ذات اقدس سے بعد ہوتا چلا گیا، ہر قسم کی ظاہری اور باطنی ضروریات اور حل مشکلات کیلئے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا۔ علماء کرام اور ائمہ ہدیٰ نے بہت جلد باحسن وجوہ ان ضرورتوں کو پورا کیا۔ محدثین جمع وتدوین حدیث اور فقہ الحدیث کے مرتب کرنے، فقہاء قانون اسلام کے مدون کرنے اور اصول احکام کے مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور بعض اہل علم نے امانت باطنی کی حفاظت اور اس کی اصلاح کی طرف اپنی توجہات کو منعطف کیا، جن کی برکت سے اصلاح نفس، تزکیہ نفس اور مجاہدہ نفس کے قواعد مرتب ہوئے اور دنیا ان کے فیوض و برکات روحانی سے مستفیض ہوئی۔ جزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔'' ص ۱۸، ۱۹۔

اس مقالے کے آخری الفاظ سنئے اگر گوش نصیحت نیوش ہے

'' بہر حال ہم لوگ بعد زمانہ نبوت کی وجہ سے ضعیف الاستعداد اور دنیا کے ظاہری حسن و جمال سے بہت متاثر اور ضعیف الایمان ہیں۔ اس لئے ہم جیسے لوگوں کو تزکیہ نفس اور وصول الی اللہ (جو ثقلین کی پیدائش کی حکمت اصلیہ ہے) کیلئے ان وسائل وتدابیر کی شدید ترین حاجت ہے اور تجربہ اس کا شاہد ہے۔'' (ص ۱۹)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ضروری فتویٰ

سوال)۔۔ ایک آدمی نے مرزائی عورت کے ساتھ شادی کی، ربوہ چلا گیا، ساری عمر وہیں گزار دی، اب وہیں پر مر گیا۔ مرزائیوں نے اس کو کفن وغیرہ پہنا کر جنازہ بھی پڑھایا۔ اب اس کے باقی بھائی جو گاؤں میں رہ رہے تھے، انہوں نے میت کو لاکر اہلحدیث مولوی سے دوبارہ جنازہ پڑھایا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کے بھائی کی منہ رکھی کیلئے واقعہ ہذا کا پتہ ہونے کے باوجود جنازہ پڑھ لیا ہے۔ بقول اس کے بھائیوں کے اس کا عقیدہ صحیح تھا، مسلمان تھا، جس لوگوں نے دوسرے دن جا کر فاتحہ خوانی کی ہے، کیا مسلمان رہے یا نہ رہے۔ اگر خارج از اسلام ہو گئے ہیں تو تجدید ایمان اور اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کے متعلق کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب الموفق للصواب

صورت مذکورہ میں معلوم ہوا کہ شخص مذکورہ قادیانی تھا اور قادیانی ہی مرا اور قادیانی چونکہ ضروریات دین کے منکر، کافر و بے دین ہیں۔ اور کسی کافر کی نماز جنازہ ادا کرنا، اس کیلئے دعائے مغفرت کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان علم ہونے کے باوجود ایسا کرے تو وہ خود دائرہ اسلام سے نکل جائے گا اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔ لہذا جن لوگوں نے باوجود جاننے کے اس قادیانی کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کیلئے فاتحہ خوانی کی وہ سارے نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اور شادی شدہ دوبارہ نکاح کریں۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

محمد حبیب غفرلہ جامع نعیمیہ لاہور

فہمی ہویدی

تبلیغ یا تخریب؟

اب خاموش نہیں رہا جاتا

وسطی ریاستوں میں سلفی کہلانے والے بعض نام نہاد اسلامی مبلغین تبلیغ کے پردے میں تخریب اور تصوف وطریقت اور روحانیت کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے مسلمانوں میں انتشار وتفرقہ کا باعث بن رہے ہیں۔ جناب فہمی ہویدی نے ان مبلغین کی کارستانیوں کا پردہ چاک کیا ہے، موصوف کا مضمون اخبار "شرق الاقسط" (۱۸/ستمبر ۲۰۰۰ء) میں چھپا، جس کا ترجمہ جدہ کے کثیر الاشاعت اخبار "اردو نیوز" (۲۲/ستمبر ۲۰۰۰ء) میں شائع ہوا۔ اصل مضمون کا ہمیں یہ تحفہ بانی ونگران ادارہ معارف نعمانیہ قبلہ حافظ فیاض احمد صاحب نقشبندی مدظلہ نے عطا فرمایا ہے..... الحقیقۃ)

وسط ایشیا کا دورہ کر کے میں حال ہی میں واپس آیا ہوں اور سچ پوچھئے تو میں وہاں سے غم وغصے اور رنج وافسوس کی سوغات لے کر آیا ہوں۔ "العمل الاسلامی" سے وابستہ اور اس کے کرتا دھرتا، عرب حضرات کے کرتوت دیکھ کر اور ان کی شنیع حرکات کا مشاہدہ کر کے جو کوفت مجھے پہنچی ہے، وہ بیان سے باہر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے تعمیر سے زیادہ تخریب کی ہے، نفع سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک اور ابتلاء درپیش ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ تلافی مافات کیوں کر کی جائے اور جو زخم لگے ہیں، وہ کیوں کر بھریں گے۔ ستم یہ ہوا ہے کہ مسلمانان وسط ایشیا کمیونسٹوں کے پنجے سے چھٹکارا پانے کے بعد ان نام نہاد اسلامی حضرات کے جال میں پھنس گئے ہیں،

قرغیزستان کے دارالحکومت بشکیک میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس میں شرکت کی دعوت مجھے کویت میں وسط ایشیائی مسلمانوں کی ایک انجمن کی جانب سے ملی، جس میں وسط ایشیا کی مسلم جمہوریتوں کے مفتی، خطیب اور امام حضرات نے شرکت کی۔ کہا تو یہی گیا تھا کہ یہ کانفرنس کو اسلامی کانفرنس ہے جب کہ اس کانفرنس کے منتظمین اور زعماء کا اصرار یہ تھا کہ اس کانفرنس کو اسلام کی صفت سے متصف نہ کیا جائے۔ بہر حال مجھے اس کانفرنس میں شرکت کر کے "الدعوۃ والاغاثۃ الاسلامیہ" کے میدان میں کام کرنے والے حضرات سے ملاقاتیں کرنے اور ان کے ارشادات سننے کا موقع ملا، اگر چہ میں روس، آذربائیجان اور تاجکستان کے اپنے سابقہ دوروں میں اس قبیلے کے متعدد افراد سے بہت کچھ سن چکا تھا۔ تاہم اس کانفرنس میں، میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا، اس کی بنا پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ نام نہاد اسلامی حضرات، جو کچھ وہاں کر رہے ہیں، اس پر خاموش رہنا ایک جرم ہے۔ میرا فرض ہے کہ پوست کندہ حالات سب کے سامنے لاؤں اور جو خطرات وہاں سر اٹھا رہے ہیں ان سے پیشگی آگاہ کر دوں کہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اگر اسکو نہیں روک سکتا اور وسط ایشیائی مسلمان عوام کو ان لوگوں کے فتنہ وفساد اور شر سے بچا نہیں سکتا تو کم از کم امت عربیہ اسلامیہ کو خبردار تو کر سکتا ہوں اور اس پر احتجاج تو کر سکتا ہوں۔

> کمیونسٹوں کے چنگل سے چھٹکارا پانے والے وسط ایشیاء کے مسلمان نام نہاد مبلغین کے جال میں پھنس گئے ہیں

جو کچھ میں نے سنا اور دیکھا، اس کو پیش کرنے سے قبل میں دو امور کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔

اولاً: یہ کہ روس اور وسط ایشیائی مسلم جمہوریتوں میں جو واقعات پیش آ رہے ہیں اور وہاں جو صورت حال ہے، اس میں عربوں کے کردار اور ان کی اثر اندازی کو روسی میڈیا اور وسط ایشیائی حکام جس طرح ہوا بنا کر پیش کر رہے ہیں، اس سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارے وسط ایشیا اور روس میں

شیشان سے لے کر تاجکستان تک اور ازبکستان سے لے کر روس تک جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے ذمہ دار یہی باہر سے آنے والے مسلمان ہیں۔ حالانکہ اصل صورت حال یہ نہیں ہے بلکہ اس کا سبب داخلی مسائل اور غلط تباہ کن سرکاری پالیسیاں ہیں۔ عربوں کا اگر کوئی کردار ہے بھی تو بہت محدود اور غیر اہم ہے۔ مثلاً شیشان میں تاجکستان اور ازبکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں عربوں کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ میں فی الحال جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اس کا کوئی تعلق وسط ایشیا میں ہونے والی مسلح کشمکش اور سابق سوویت روس میں جاری محاذ سے نہیں ہے۔ میں جو کچھ عرض کروں گا اس کا تعلق ان فکری، نظریاتی اور عقائدی بحثوں سے ہوگا، جو "العمل الاسلامی" اور "الاغاثۃ الاسلامیہ" سے وابستہ عرب حضرات وہاں ابھار رہے ہیں اور جن سے وہاں طرح طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

ثانیاً وہاں مصروف کار تمام تنظیموں اور گروہوں کو، جو وہاں

> باہر سے آنے والے (یہ نام نہاد مبلغ) حضرات وہاں فکری، نظریاتی اور عقائدی بحثیں اٹھا رہے ہیں اور اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں

خدمت خلق اور ریلیف ورک کر رہے ہیں، ہدف تنقید نہیں بنا رہا، نہ ان کو بلا استثنیٰ مہتم کرنا میرا مقصود ہے۔ بلاشبہ بعض تنظیمیں وہاں بڑا قابل قدر کام کر رہی ہیں، ان کی خدمات لائق تحسین ہیں، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض دیگر تنظیموں کا کردار منفی ہے وہ وہاں بہت غلط افکار اور نظریات کا پرچار کر رہی ہیں، وہ اسلام کا حلیہ بگاڑ رہی ہیں اس کا چہرہ مسخ کر رہی ہیں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈال رہی ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد کم ہے مگر ان کی سرگرمیاں اسلام اور مسلمانوں دونوں کے لئے سخت نقصان دہ اور تشویش ناک ہیں۔

ان قابل اعتراض سرگرمیوں کی وجہ سے وہاں ہونے والا خدمت خلق کا کام اور کام کرنے والے بھی بدنام ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر آذر بائیجان سے گذشتہ چند ہفتوں میں نام نہاد اسلامی حضرات کے دو گروپوں کو بیدخل کیا گیا ہے، کیوں کہ ان لوگوں کی سرگرمیاں بہت زیادہ قابل اعتراض ہو گئی تھیں اور انہوں نے آذر بائیجان کے دار الحکومت باکو میں بہت بڑا فتنہ کھڑا کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ آذر بائیجان واحد وسطی ایشیائی ملک ہے کہ جس میں اثنا عشری شیعوں کی اکثریت ہے، ورنہ دیگر تمام وسط ایشیائی جمہوریتوں میں سنی اکثریت میں ہیں۔ اگرچہ آذر بائیجان میں مثبت کام کرنے والی اسلامی تنظیمیں بھی موجود ہیں اور ان کی خدمات کو وہاں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، تاہم مذکورہ دونوں انتہا پسند گروپوں کی ملک بدری تمام اسلامی تنظیموں کے لئے بدنامی کا باعث بنی ہوئی ہے اور خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ حکومت آذر بائیجان ملک میں موجود تمام عرب تنظیموں کے کارکنوں کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے دے گی اور ہر قسم کی اسلامی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی جائے گی۔

وسط ایشیائی جمہوریتوں کے یہ مسلم معاشرے ستر برس تک کیمونسٹ نظام میں جکڑے رہے ہیں، جس کے دوران ان کو دین سے کافر اشتراکیت اور الحاد کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو مبادیات دین اور اصول دین کی تعلیم دی جائے نہ یہ کہ ان کا شیعہ سنی اور مقلد غیر مقلد کے جھگڑوں میں الجھایا جائے جن کا فیصلہ گذشتہ چودہ سو برس میں نہ ہو سکا۔ قوقاز کا سارا علاقہ تاریخی طور پر سینکڑوں برس سے شافعی المذہب رہا ہے، جب کہ ماوراء النہر اور ترکستان میں حنفی مذہب عام تھا، عوام و خاص سب حنفی المذہب رہے ہیں۔ اب شافعی اور حنفی معاشروں میں جا کر سلفیت اور حنبلی و مالکی مذاہب کی تبلیغ کرنا اور شافعی و حنفی عوام کو بدعتی قرار دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟ اس کا نتیجہ تو یہی نکلے گا کہ ہر مسجد میں سر پھٹول ہوگی اور ہر مدرسے میں لاٹھی پونگا ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ اسلام کی خدمت ہے؟

نہ صرف یہ بلکہ عرب ملکوں سے وسط ایشیا کے ان علاقوں میں جانے والے اپنے ساتھ ان تمام فکری، عقائدی اور نظریاتی امراض کے جراثیم کو لے کر جاتے ہیں جنہوں نے عرب معاشرے کو گھن کی طرح کھا لیا ہے۔ اور وہاں جا کر ان جراثیم کو ان معصوم لوگوں میں پھیلاتے ہیں جن کو دین کے مبادیات کا بھی علم نہیں اور پھر مختلف عرب گروپوں کی آپس میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے، ایک دوسرے کی تکفیر ہوتی ہے، ایک دوسرے کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک دوسرے کو دشمنوں کا ایجنٹ کہتا ہے۔ سلفی حضرات وہاں پہنچ کر صوفیاء اور تصوف کی بیخ کنی فرماتے ہیں، حالانکہ صوفیا اور تصوف نے ہی ان کو گذشتہ ستر برس کے کیمونسٹ نظام کے جبر میں دین اور مذہب کے ساتھ جوڑے رکھا، دین کے ساتھ ان کا ناتا ٹوٹنے نہیں دیا اور کم از کم جذباتی طور پر ہی سہی، ان کو مذہب کے ساتھ وابستہ رکھا۔ سینکڑوں برس سے تصوف کے مختلف سلسلوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو جب بدعتی

> سلفی حضرات وہاں پہنچ کر صوفیا اور تصوف کی بیخ کنی فرماتے ہیں، حالانکہ صوفیا اور تصوف نے ہی ان کو گزشتہ ستر برس کے کیمونسٹ نظام کے جبر میں دین اور مذہب کے ساتھ جوڑے رکھا۔

اور مشرک کہا جائے گا، تو ان میں غیظ و غضب پیدا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان حضرات کو شرک سے اتنی ہی نفرت ہے تو وہ ہندوستان میں تشریف لے جائیں، جو شرک اور بت پرستی کا دنیا میں سب سے بڑا گڑھ ہے اور ہندووں میں شرک کی بیخ کنی فرمائیں، مگر یہ لوگ ہندوستان کا رخ کبھی نہیں کرتے اور نہ ہندووں میں توحید کی تبلیغ کرتے ہیں۔ کیوں کہ معلوم ہے کہ وہاں تو بے موت مارے جائیں گے۔

> اگر ان حضرات کو شرک سے اتنی ہی نفرت ہے تو وہ ہندوستان میں تشریف لے جائیں

حزب التحریر کے مومنین وصادقین، الخلافۃ الاسلامیہ کے احیاء کی دعوت لے کر وسط ایشیا جا پہنچتے ہیں، جب کہ خود عرب ملک میں ان کو زبان کھولنے کی جرات نہیں ہوتی۔ ہم ان سے عرض کریں گے کہ وہ خلافت کا احیاء دمشق بغداد میں فرمائیں، آلما تا اور ارمچی میں تو کبھی کوئی خلیفہ نہیں ہوا، آپ اتنی دور کہاں پہنچ گئے۔ تمباکو نوشی، تصویر اور موسیقی کی حرمت پر منہ سے جھاگ اڑا اڑا کر تقریریں کرنے کا شوق بھی عرب ملکوں میں بآسانی پورا کیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے وسط ایشیا جانے کی کیا ضرورت ہے، جہاں لوگ عربی زبان سے بھی نابلد ہیں؟ ان کو تو پتا ہی نہیں چلے گا کہ مولوی صاحب کس موضوع پر بتا رہے ہیں۔ حد یہ ہے کہ بعض ستم ظریف مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرنے کی تبلیغ کرنے اور پانی سے استنجا کرنے کو منع کرنے کے لئے قازقستان اور قافوز کا

وسط ایشیا میں سگریٹ نوشی کو حرام

سفر اختیار کرتے ہیں۔ وسط ایشیا میں سگریٹ نوشی کو حرام قرار دینے والوں کو عرب ملکوں میں منشیات اور مسکرات کی وبا پھیلتی نظر نہیں آتی، وہاں جا کر ٹخنوں سے اوپر شلواریں باندھنے کی تبلیغ کرنے والوں کو اپنے وطن میں بے حیائی اور بد کرداری نظر نہیں آتی؟ عرب فضائیات (نشریات)

> بعض ستم ظریف مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرنے کی تبلیغ کرنے اور پانی سے استنجا کرنے کو منع کرنے کیلئے کرغیزستان اور قافور کا سفر اختیار کرتے ہیں۔

جو کچھ دن رات دکھا رہی ہیں اور گھر گھر جو اشاعت فحش ہو رہی ہے، اس سے یہ مخلصین غالباً واقف نہیں ہیں۔

ان سب چیزوں کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج مسلمان پارہ پارہ ہیں اشوز کو چھوڑ کر نان اشوز پر ایک دوسرے کے گریبان پھاڑ رہے ہیں، ہر مسلمان ملک میں قیادت اور عوام ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں، علماء کا کوئی وقار کہیں نہیں رہا لوگ دین اور دین دار، دونوں سے بیزار ہو رہے ہیں۔ وسط ایشیائی ملکوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے اور لوگوں کو دین و مذہب سے بیزار کرنے میں سب سے بڑا اور شرم ناک کردار سلفی حضرات اور حزب التحریر والوں نے ادا کیا ہے۔ یہ لوگ وہاں اسلام کی تبلیغ کرنے نہیں، بلکہ اپنے مخصوص نظریات اور افکار و عقائد کی تبلیغ کرنے جاتے ہیں، جن کو عرب ملکوں میں عرب عوام مدت ہوئی مسترد کر چکے ہیں۔ جو کچھ ہم نے ان سطور میں بیان کیا، وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، جو یہ لوگ وہاں کر رہے ہیں۔ حزب التحریر تو عرب ملکوں میں تقریباً معدوم ہو چکی ہے، اب تحریری حضرات نے عرب ملکوں کو چھوڑ کر وسط ایشیا، یورپ اور امریکہ میں آباد مسلمانوں کا رخ کر لیا ہے اور اپنے تباہ کن افکار و نظریات کا پرچار وہاں شروع کر دیا ہے رہ گئے سلفی حضرات، تو ان کی آبرو خود ان کے اپنے وطن میں مٹی میں مل چکی ہے۔ اس لئے وہ بھی اب داغستان وغیرہ میں مارے مارے پھر رہے ہیں آذربائیجان سے تحریری اور سلفی دونوں کان پکڑ کر نکالے گئے ہیں اور باقی کی باری آنے والی ہے۔

> وہاں جا کر ٹخنوں سے اوپر شلواریں باندھنے کی تبلیغ کرنے والوں کو اپنے وطن میں بے حیائی نظر نہیں آتی؟

حیرت اور افسوس تو اس پر ہوتا ہے کہ ایک تو اسلام کے یہ نادان دوست مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ و بیزار کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ان میں پھوٹ ڈال رہے ہیں تو دوسری طرف وسط ایشیائی مسلم جمہوریتوں میں عیسائی مشن منظم طریقے سے سرگرم ہیں۔ صرف قرغیزستان میں جس کی آبادی پچاس لاکھ ہے، ۱۶۸ عیسائی مشنری سینٹر کام کر رہے ہیں، جو گذشتہ چند سال میں ۸۰ ہزار مسلمانوں کو عیسائی بنا چکے ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ "نور الحبیب"

☆☆☆☆☆

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب زیادہ اندیشہ ہر اس شخص کا ہے جو دل کا منافق اور زبان کا مولوی ہو۔ (محمد یاسر یونس، شکر گڑھ)

پروفیسر محمد حسین آسی

جاگو شیران اسلام

اے فرزندانِ توحید' لے کر اپنے رب کا نام
اے جانبازانِ سرکار ﷺ، پی کر عشقِ نبی ﷺ کا جام
پھیلا دو دنیا میں نور' توڑ کے سب ظلمات کے دام
دینِ خدا کی تم پہچان' ختمِ رسل کا تم پیغام
جاگو شیرانِ اسلام' اٹھو شیرانِ اسلام

واہ تمہارا جاہ و جلال' واہ تمہارا عز وقار
دریا ہو جائیں پایاب ساحل بن جائیں منجدھار
چوٹیاں ہو جائیں پابوس گھاٹیاں ہو جائیں ہموار
گر جو تو ازراہِ خوف باطل لرزہ براندام
جاگو شیرانِ اسلام ' اٹھو شیرانِ اسلام

تم ہو حیدر کی للکار ' تم ہو خالد کی تلوار
تم پہ بنی آدم کو ناز تم ہو قدرت کا شہکار
تم ہو ہستی کی برہان دنیا کا بختِ بیدار
چمکا دو نورِ توحید' توڑ دو نفرت کے اصنام
جاگو شیرانِ اسلام' اٹھو شیرانِ اسلام

تم ہو عظمت کا مینار ' تم ہو قدرت کی برسات
تم ہو امن و امان کی جان تم سے کون و مکان کی بات
دنیا ہے اب پھر تاریک' بگڑے ہیں اب پھر حالات
ہر جانب شورِ آفات ' ہر جانب جوشِ آلام
جاگو شیرانِ اسلام ' اٹھو شیرانِ اسلام

ظلم و ستم سے ہیں سرشار امریکہ و اسرائیل
روشن ہے نارِ نمرود ' زندہ کرو تم رسمِ خلیل
ساتھ تمہارے سرور دیں' سر پہ تمہارے ربِ جلیل
دنیا میں ستانا کیا ' خلد میں کر لینا آرام
جاگو شیرانِ اسلام ' اٹھو شیرانِ اسلام

دنیا کو آزادی کا دینا ہے پیغام تمہیں
گرتے ہوئے انسانوں کو لینا ہے اب تھام تمہیں
آسی دہشت گردوں سے لڑنا ہے صبح و شام تمہیں
فیض محبت کرنا ہے نقشِ لاثانی کا عام
جاگو شیرانِ اسلام ' اٹھو شیرانِ اسلام

غوث الاغیاث، قطب الاقطاب، محبوب سبحانی، شہباز لامکانی حضرت پرنور سیدنا

غوث اعظم عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی

کا سالانہ عرس مبارک

زیر سرپرستی۔ مفکر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ العالی

بمقام نقش لاثانی نگر ۱۱ ربیع الثانی بروز بدھ 4 جولائی

منجانب شیران اسلام پاکستان

شہنشاہ ولایت، تاشر زہد و طریقت، شبلی زمانہ، قیوم زمانی سیدی و مولائی اعلیحضرت پیر سید **علی حسین** شاہ صاحب المعروف حضور نقش لاثانی

قدس سرہ العزیز کی یاد میں سالانہ

نقش لاثانی کانفرنس

زیر صدارت۔ مخدوم السادات عظیم البرکات اعلحضرت پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب زیب سجادہ لاثانی مدظلہ النورانی

27 جولائی بروز جمعہ

بمقام مرکزی جامع مسجد داتا صاحب لاہور

بعد از نماز ظہر تا رات 2 بجے تک

زیر اہتمام بزم لاثانی ضلع لاہور